



شوقی سیرین ۵۲

ستاره گروپ

اشتیاق احمد

# چشمِ شیف

☆  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب آدمی اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے، پھر ایک قدم رکھتا ہے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے، پھر دوسرے قدم پر ایک بُرائی معاف ہو جاتی ہے۔

سنن نسائی (اردو) ص ۲۴۱



محمد حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام ناول ————— ستارہ گروپ  
طابع ————— اشتیاق احمد  
بار اول ————— مارچ ۱۹۸۸ء  
کتابت ————— سعید ناہدار، رائونڈ  
مشرقی قافیہ ————— ملک محمد اکرم ایڈووکیٹ  
سرورق ————— محمد جاوید چغتائی، لاہور  
مطبع ————— آء۔ آر۔ پرنٹرز، لاہور  
طباعت سرورق ————— پیرم پرنٹرز، لاہور  
قیمت ————— ۵۰/۰۰ روپے  
سافڈ قیمت چار ناول ————— ۳۵۰/۰۰ روپے  
سالانہ قیمت پانچ ناول ————— ۴۰۰/۰۰ روپے

اشتیاق پبلی کیشنز  
۹/۱۲ نصیر آباد، مسلم پورہ  
سانڈہ کلاں، لاہور

## دوباتیں

السلام علیکم ! ایک خط ملاحظہ فرمائیے :

محترم انکلی اشتیاق احمد السلام علیکم - عرض ہے  
انکلی میں نے سوچا تھا، مجھے یہاں سے ناول ملے  
ہائیں گے، لیکن انھوں نے صرف دو ناول ملے۔  
پھر میں نے سوچا، سارے ناول آپ سے منگوا لوں  
گے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ پندرہ تاریخ سے  
پہلے ناول بھیج دیا کریں، جسے ناولوں کے مجھے ضرورت  
ہے، وہ جلد روانہ کر دیں، کیوں کہ اب صبر نہیں  
ہوتا۔ مجھے تو آپ کے پچھلے تمام ناول زبانی یاد ہو  
گئے ہیں۔ اب آپ جلد سے ناول پکے کریں  
اور جلد سے میری طرف بھیجیں، کیوں کہ بجائے جانے  
جو اسلام آباد میں رہتے ہیں، اسے جسے کو چھٹے آئے  
تو کہنے لگے کہ ناول نہیں لے ابھی تک۔ امید ہے

آپ ہماری صفحہ دونوں ہفت بجائیوں کے بے چین  
کا اندازہ لگا چکے ہوں گے۔ اب اجازت، ناولوں  
کے منتظر، رخاڑ نیازی، میانوالی۔

آپ نے خط پڑھ لیا۔ بے چین صاف ظاہر ہو  
رہی ہے۔ یہ خط ارجنٹ میں صوف سے ملا، اس  
میں ساٹھ روپے بھی تھے۔ (اگرچہ پیسے ارسال کرنے  
کا یہ طریقہ درست نہیں، پیسے منی آرڈر کرنا چاہیے۔  
اس طرح گم بھی ہو سکتے ہیں) لیکن خط پر اور لفافے  
پر کہیں بھی پتا نہیں تھا۔ آپ سبب اور رخاڑ صاحب  
مجھے صرف یہ بتا دیں کہ میں اس کے بے چین کے  
طرح دور کروں۔ شکریہ!

مستقبل

## کچھ اور لوگ بھی....

\* ایک عمارت کے گرد زبردست پہرہ ہے۔ لیکن سٹر شوکی آپ کو اس میں داخل ہونا ہے۔

آ۔ آپ کا مطلب ہے۔ پولیس کا پہرہ۔

میں نے گھبرا کر کہا۔ میری بات سن کر سامنے بیٹھا ہوا شخص مسکرایا۔ وہ ابھی ابھی ہمارے دفتر میں داخل ہوا تھا اور آتے ہی اس نے یہ جملہ کہا تھا۔

”نہیں۔ پولیس کا نہیں۔ غنڈوں کا۔ بد معاشوں کا۔ چوروں کا۔ اچکوں کا۔“ اس نے جلدی جلدی کہا۔

”ارے باپ رے۔ کیا ہر قسم کے بُرے لوگ اس عمارت کا پہرہ دینے پر تمل گئے ہیں۔ میں نے کانپ کر کہا۔

”ہاں! کچھ ایسی ہی بات ہے۔“

\* لیکن کیوں۔ آخر اس عمارت میں کیا ہے۔ اور آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں اس میں اس زبردست پہرے کے باوجود داخل

نا دل پڑنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ :

- یہ وقت غار کا تو نہیں —
  - آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
  - کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
  - آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
  - آپ کے ذمے مگر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔
- اگر ایضاً تو یہ میرے کوئی ایسے باعث مجھ پر تو ناولہ اللہ کے لیے رکھ دیے۔ پہلے غار لہو دوسرے کاموں سے غار نظر ہو لیوے، پھر ناولہ پڑھیو۔ شکریہ! خلعو :

اشتیاق احمد

ہو جاؤں :

"پہلے تو ذرا تعارف ہو جائے" اس نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ یہ بہت ضروری ہے" میں نے کہا۔

"میرا نام فیاض بخاری ہے۔ تجارت کرتا ہوں" اس نے

تعارف کرایا۔

"شکریہ۔ میں شوکی ہوں، یہ اشفاق، اخلاق اور مکھن ہیں"

"جی کیا فرمایا۔ مکھن؟ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کھانے والا نہیں۔ ویسے ان کا نام آفتاب احمد ہے"

میں نے جلدی سے کہا۔

"اوہ۔ میں سمجھا۔ خیر۔ کیا اب میں بات آگے بڑھاؤں"

"جی ہاں۔ کیوں نہیں، بات تو ہوتی ہی ہے آگے بڑھانے

کے لیے۔ اور پھر اس کے بغیر کام بھی تو نہیں چلتا۔ آفتاب نے

جلدی جلدی کہا۔

"جی۔ کس کے بغیر؟ اس نے چونک کر کہا۔

"بات کو آگے بڑھاتے بغیر جناب" آفتاب بولا۔

"اوہ ہاں! خیر۔ وہ عمارت شہر سے باہر ایک جنگل کے

کنارے واقع ہے۔ بہت پرانی عمارت ہے۔ دور سے دیکھو

تو کھنڈر دکھائی دیتی ہے۔ لیکن دراصل ابھی کھنڈر نہیں بنی۔

اندر سے بالکل درست حالت میں ہے۔ بس آپ کو اس عمارت

میں داخل ہونا ہے :

"پہلے۔ فرض کر لیجیے۔ ہم اندر داخل ہو گئے۔ پھر"

"اندر ہونے والی پوری کارروائی کی رپورٹ مجھے دینا ہو

گی۔ بلکہ میں آپ کو ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر بھی دوں

گا۔ جو مائیکرو ہو گا۔ آڈیو میٹنگ بھی ہو گا۔ مطلب یہ کہ آپ

کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ بس اسے آن کر کے جیب

میں رکھ لیں۔ جب وہاں بات چیت شروع ہو گی۔ یہ خود بخود

چلے گا۔ جب بات چیت رُکے گی تو یہ بھی خود بخود رُک

جائے گا۔ دوسرے یہ کہ میں آپ کو ایک خود کار کیمرہ بھی

دوں گا۔ جتنے لوگوں کی تصاویر آپ لے سکیں۔ لے لیں۔

اور بس"

"آپ سوچ سکتے ہیں۔ یہ کام ہرگز آسان نہیں۔ بلکہ جان

جو کموں کا ہے"

"ہاں! میں جانتا ہوں۔ اگر جان جو کموں کا نہ ہوتا تو میں

خود نہ چلا جاتا"

"اس کا مطلب ہے، آپ ہمیں معیبت میں جھونکنا چاہتے

ہیں"

"اس لیے کہ آپ کا کام ہی یہی ہے۔ اگر آپ یہ کام

نہیں کر سکتے تو میں کسی اور پرائیویٹ جاسوس کی خدمات حاصل

کبڑ لیتا ہوں۔ شہر میں اور بہت جاسوس ہیں۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ ہمیں کتنا معاوضہ دیں گے اس کام کا؟

پانچ ہزار۔ اس نے کہا۔

بہت کم ہیں۔ اس کام میں جان جانے کا خطرہ بالکل صاف نظر آ رہا ہے۔

اچھا دس ہزار۔

گو یا آپ کی نظر میں ہم چاروں کی جان کی قیمت اڑھائی ہزار روپے ہے۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

یہ میں نے کب کہا ہے۔ اچھا پندرہ ہزار۔

بہت کم ہیں جناب۔ بہت کم۔

میں ہزار۔ اس نے بولی دینے والے انداز میں کہا۔

ہاں! اب کچھ بات بنتی نظر آنے لگی ہے۔ پچاس ہزار کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے خوش ہو کر کہا۔

یہ بہت زیادہ ہیں۔

تب پھر۔ آپ بتا دیں۔

میں زیادہ سے زیادہ تیس ہزار دے سکتا ہوں۔ اس نے قدمے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

نہیں جناب۔ یہ کم ہیں۔ ہم اتنے سستے نہیں۔  
"آخری بات چالیس ہزار۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔  
"خیر۔ یونہی سہی۔ ہمیں منظور ہے۔ لیکن ہم معاوضہ پہلے لیتے ہیں۔"

میں بھی نقد رقم لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا اور اوور کوٹ کی جیب میں سے نوٹوں کا ایک پیکٹ نکالا۔ ہم نے دیکھا، وہ ایک ہزار روپے والے نوٹوں کا تھا۔ اس نے اس پیکٹ میں چالیس نوٹ انگ کیے اور میری طرف بڑھا دیے۔

"شکریہ جناب۔ اس عمارت کا پتا لکھوا دیں اور اپنا نام اور پتا بھی۔"

"عمارت کا پتا تو میں لکھوا سکتا ہوں، اپنا پتا نہیں بتاؤں گا۔ یہ ٹیپ ریکارڈر اور کیمرہ بھی وصول کر لیں۔ اس نے دونوں چیزیں جیب سے نکال کر کہا۔

"تب پھر ہم رپورٹ کس طرح دیں گے؟

"میں خود آکر رپورٹ وصول کر لوں گا۔"

"یہ تو گڑ بڑ گھٹالا معلوم ہوتا ہے۔ اشتقاق بڑ بڑایا۔

"ایسے معاملات میں گڑ بڑ گھٹالا نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔"

اس نے حیران ہو کر کہا۔

”ہوں خیر۔ آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ اس عمارت میں ہونے والی کادور والی کیوں معلوم کر لینا چاہتے ہیں؟“  
 ”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔“  
 ”گویا آپ ہمیں کچھ نہیں بتانا چاہتے۔“  
 ”ایسی کوئی بات نہیں۔ میں عمارت کا پتا اور وقت ضرور بتاؤں گا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔“  
 ”یہ بھی آپ کی بہت مہربانی ہے۔ اگر آپ یہ دونوں باتیں بھی نہ بتاتے تو ہم کیا کر سکتے تھے۔“  
 ”ہاں تو منظور ہے سو را۔“  
 ”آپ نے ابھی تک عمارت کا پتا اور وقت تو بتایا ہی نہیں۔“  
 ”پہلے بات طے ہوگی، پھر میں پتا بتاؤں گا۔ اس نے منہ بنایا۔“  
 ”ہوں! خیر۔ یہ معاملہ ہمیں منظور ہے۔ ہم معاہدے کی پوری پابندی کریں گے۔“  
 ”میری ایک آخری شرط اور ہے۔ اس نے کچھ سوچ کر کہا۔“  
 ”پہلے وہ بھی بتا دیں۔ اخلاق نے کندھے اچکائے۔“  
 ”میرے اور آپ لوگوں کے درمیان جتنی بھی باتیں ہوتی ہیں۔ وہ آپ کسی کو بھی نہیں بتائیں گے۔ یہاں تک کہ

اپنے ماں باپ کو بھی نہیں۔“  
 ”دیکھیے جناب! ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ کسی کو بھی کچھ نہ بتائیں۔ لیکن اگر کسی ذریعے سے کچھ لوگ خود معلوم کر لیں تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟“  
 ”کوئی کس طرح معلوم کر سکتا ہے، جب کہ آپ لوگ نہیں بتائیں گے۔“  
 ”ہماری طرح کچھ اور بھی لوگ ہیں۔ جو جاسوسی ذہن کے مالک ہیں۔ وہ معلوم کر لیا کرتے ہیں۔“  
 ”چلیے۔ آپ صرف اتنا وعدہ کر لیں کہ خود آپ کسی کو نہیں بتائیں گے۔“  
 ”منظور۔ ہم نے ایک ساتھ کہا۔“  
 ”تو پھر نوٹ کر لیں۔ شہر سے باہر جانے والی جنوبی سڑک کے گیارہویں کلو میٹر پر دائیں ہاتھ ایک پتلی سڑک مڑتی ہے، سڑک پختہ ہے۔ اگر اس پر دو کلو میٹر چلا جائے تو درختوں کا ایک بہت گھنا جھنڈ نظر آتا ہے۔ بس وہ عمارت اس کے درمیان میں ہے۔ اس عمارت میں جو کچھ بھی ہونا ہے، کل رات کو ہوگا۔ گویا آپ کے پاس ابھی آج کا باقی دن، رات اور کل کا پورا دن ہے۔ آپ کو کیا کرنا ہے، کس طرح اندر کی خبر لانا ہے۔ یہ آپ کا کام ہے۔ میں

اس میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔  
 • ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنا کام کرنا جانتے ہیں۔  
 کیا اس وقت وہ عمارت خالی ہوگی؟  
 • نہیں۔ کچھ نگران تو اس وقت بھی وہاں موجود ہوں گے۔ بلکہ ہر وقت ہی موجود رہتے ہیں۔ اس لیے کہ جرائم پیشہ لوگوں کے لیے وہ عمارت بہت محفوظ جگہ ہے۔ اول تو یہ کہ اس عمارت کے بارے میں لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ معلوم ہو بھی جائے تو پولیس والے کچھ نہیں کر سکتے۔  
 • وہ کیوں؟

• اس سے پہلے کہ پولیس والے عمارت کے نزدیک پہنچیں، ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے گی اور وہ صرف چند منٹ کے اندر عمارت کو خالی کر دیں گے اور جنگل میں فائب ہو جائیں گے۔ پولیس کے لیے جنگل میں انہیں ڈھونڈ نکالنا بھروسے کے ڈھیر میں سے سوئی تلاش کر لینے کے برابر ہوگا۔ کیوں کہ جنگل انتہائی گھنا ہے۔ ان لوگوں کا اچھا طرح دیکھا بھلا ہے۔ وہ اس جنگل سے بالکل اس طرح واقف ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنے گھر سے واقف ہوتا ہے۔ ان حالات میں بھلا انہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟

• ہوں۔ یہ تو آپ نے بہت قیمتی بات بتائی۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ تمام باتیں کس طرح معلوم ہیں؟  
 • یہ سوال کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

• اچھی بات ہے، لیکن ایک آخری بات میری بھی سن لیں۔ میں نے ناحوش گوار لہجے میں کہا۔  
 • ضرور کہیے۔ میں سن رہا ہوں۔

• ہماری ذمے داری صرف اور صرف اتنی ہوگی کہ آپ کو اس عمارت میں ہونے والی کارروائی کی مکمل رپورٹ لا دیں۔ ٹیپ اور تصاویر کی صورت میں۔ ٹھیک ہے؟  
 • ہاں بالکل۔

• اور یہ کام انجام دینے کے بعد ہم ہر طرح آزاد ہوں گے۔ کیا مطلب؟ اس نے چونک کر کہا۔

• مطلب یہ کہ اس کے بعد ہمارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں رہ جائے گا۔

• ہاں ٹھیک ہے۔ بلکہ میں بھی یہی چاہوں گا کہ آپ اس کے بعد اس معاملے سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

• بہت بہت شکریہ۔ اب آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔

”کیا آپ اپنے گاہکوں یا مہمانوں کو چائے پانی کو بھی نہیں پوچھتے؟“

”وہ۔ دراصل آج۔ ہمارا ملازم نہیں آیا۔ اس لیے گول کر گئے تھے۔ لیکن اب چونکہ آپ نے شکوہ کیا ہے۔ لہذا ہم آپ کو چائے ضرور پلائیں گے۔ آفتاب۔ یہ تکلیف آج تم کو لوٹ۔“

”اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ اس نے کہا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔“

”میں آپ کو باتوں باتوں میں یہ بات بتا چکا ہوں کہ عمارت کی طرف بڑھنے والوں کو دیکھ لیا جاتا ہے۔“

”جی ہاں! آپ فکر نہ کریں۔ ہم لوگ عقل سے پیدل ہرگز نہیں ہیں۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔“

اور پھر آفتاب چائے لے آیا۔ چائے پی کر وہ رخصت ہو گیا۔“

”یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آفتاب اس کے جانے کے فوراً بعد بولا۔“

”کون سی بات؟“

”اس نے چائے کا مطالبہ کیوں کیا؟“

”وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس دفتر میں ہم چار ہی کام کرتے ہیں یا ہمارا کوئی اور ساتھی بھی ہے۔“

”اوہ! ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔“

”کیا خیال ہے بھائی جان۔ کل رات اس عمارت کی طرف جانے سے پہلے آج رات ہی کیوں نہ اس کا جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ کل کے لیے راستا صاف ہو جائے۔ آفتاب نے کہا۔“

”یہ تو خیر کرنا ہی ہو گا۔“ میں نے کہا۔

عین اسی وقت۔ اندرونی دروازے پر دستک ہوئی:

”آجائیے اُمی جان۔ ادھر کوئی نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”اُمی جان اندر داخل ہوئیں!“

”میری عدم موجودگی میں کوئی گاہک تو نہیں آیا تھا؟“

”آئے تو تھے ایک صاحب۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”تو پھر۔ کیا رہا؟“

”معاملہ طے ہو گیا۔ چالیس ہزار میں۔“

”بہت خوب۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔“

”ابھی آپ اپنے بہت خوب کو سنبھال کر رکھیں، وقت آنے پر کام میں لائیے گا۔ آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔“

”کیوں کیوں؟ وہ گھبرا کر بولیں۔“

”کام اتنا آسان نہیں۔ بلکہ ہماری زندگیوں کو زبردست خطرہ“

ہے۔

”اوہ۔۔۔ یہ بات بھی ہے۔“

”ہاں! لیکن کیا کیا جائے۔ کیس تو لینا ہی پڑا۔“

”خیر اللہ مالک ہے۔ یہ بتاؤ۔ کیس کیا ہے؟“

”افسوس۔ ہم نہیں بتا سکتے۔“

”کیوں۔ یہ کیا بات ہوئی؟“

”گاؤ کی پہلی شرط یہی ہے۔ کہ ہم کسی کو بھی کچھ نہیں

بتائیں گے۔ میں نے کہا۔“

”لیکن اب تو وہ جا چکا ہے۔ اتنی جان نے حیران ہو کر کہا۔“

”کیا مطلب؟ ہم چونکے۔“

”مطلب یہ کہ اب تو وہ جا چکا ہے۔ اسے کس طرح معلوم

ہوگا کہ تم نے کسی کو کچھ بتا دیا ہے۔“

”لیکن اتنی جان۔ ہم عہد کر چکے ہیں۔ اور عہد شکنی اسلام

میں منع ہے۔ اب جب تک ہم اس کا کام مکمل نہیں کر

دیتے۔ کسی کو کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔“

”یہ۔ یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔“

”جی۔ کون سی؟“

”یہی۔ فرض کیا تم غائب ہو گئے تو ہم لوگ کس طرح

تمیں تلاش کریں گے؟“

”پروا نہیں۔ یہ خطرات تو اس قسم کے کاموں میں مول

لینا ہی پڑتے ہیں۔“

”ہوں! یوں کام نہیں بنے گا۔ انہوں نے بتا کر کہا۔“

”جی۔ کیا مطلب۔ پھر کس طرح کام چلے گا۔ آفتاب نے

حیرت زدہ ہو کر کہا۔“

”ایک منٹ۔ میں ابھی آئی۔ انہوں نے کہا اور تیز تیز

قدم اٹھاتی اندر چلی گئیں۔“

”یا اللہ رحم۔ نہ جانے کیا کرنے گئی ہیں؟ اشفاق بولا۔“

”میں سمجھ گیا ہوں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”کیا سمجھ گئے ہیں؟“

”وہ ابا جان کو۔“

میرے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت اتنی جان

ابا جان کے ساتھ دفتر میں داخل ہوئیں۔“

”تمہاری اتنی نے بہت جلدی میں جو باتیں مجھے بتائی ہیں،

کیا وہ بالکل درست ہیں شوکی؟“

”جی ہاں! کام جان جو کموں کا ہے۔ اور ہم کسی کو کچھ

بتا بھی نہیں سکتے، کیوں کہ وعدہ کر چکے ہیں۔ معاہدہ ہو چکا

ہے۔“

”اور تمہاری اتنی کا کہنا یہ ہے کہ تم لوگوں کو کم اذ کم

ہمیں بتا دینا چاہیے۔  
 "جی۔ جی ہاں۔ یہ یہی چاہتی ہیں۔ اور اب آپ کو بھی  
 اسی لیے لے کر آئی ہیں: اخلاق نے کہا۔  
 "ہاں! یہی بات ہے۔ لیکن شوکی۔ میری بات سن لو۔  
 تم ہرگز ہرگز ہم دونوں کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔  
 "کیا۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اُمّی جان چلا اٹھیں۔  
 "میں ٹھیک کر رہا ہوں۔ یا تو یہ معاہدہ نہ کرتے اس  
 قسم کا۔ لیکن جب کر چکے ہیں تو پھر اس کی پابندی کریں۔  
 اپنی اُمّی کی ایک نہ سنو!"

"یہ۔ یہ آپ کر رہے ہیں۔ اُمّی جان دھک سے رہ گئیں۔  
 "تو اور کیا میرے فرشتے کر رہے ہیں۔ انھوں نے آنکھیں  
 نکالیں۔

"اچا وہ چالیس ہزار ادھر لاؤ۔ اُمّی جان نے جل کر کہا۔  
 "یہ رہے۔ ل۔ لیکن اُمّی جان۔ ہم تو ان میں سے پنتیس  
 ہزار ایک مسجد میں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مسجد زیر تعمیر  
 ہے۔"

"اور۔ اور تم صرف پانچ ہزار رکھو گے۔ انھوں نے چاڑ  
 کھانے والے لمبے میں کہا۔

"بج۔ جی ہاں۔ اس سے زیادہ اپنے پاس رکھنا ہمارے

لیے مناسب نہیں۔  
 "جب۔ جب کہ یہ کام جان جو کھوں کا ہے۔ انھوں نے  
 فوراً کہا۔

"وہ تو ہمارا ہر کام ہوتا ہے۔  
 "آپ ہی انہیں کچھ سمجھائیے۔ میں تو تنگ آگئی ہوں  
 ان سے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم ایک طرف ہو جاؤ بیگم۔ ہاں جی۔ تم  
 چاروں سمجھ جاؤ۔ آبا جان شوخ آواز میں بولے۔  
 "جی۔ کیا سمجھ جائیں۔"

"بس۔ یہ کر۔ تمہارا فیصلہ بہت ہی بہترین ہے۔ یہ  
 رقم مسجد میں ضرور لگے گی۔ ادھر تم مسجد میں پیسے لگاؤ گے،  
 ادھر اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیں محل عطا فرمائیں گے۔ اللہ کے  
 نبیؐ نے یہی فرمایا ہے۔"

"جتنی واہ۔ کس قدر سستا سودا ہے۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔  
 اُمّی جان نے بُرا سا منہ بنایا۔ جتنا کر پٹنیں اور پیر پٹنٹی  
 اندر چلی گئیں۔ آبا جان بھی مسکراتے ہوئے چلے گئے۔

رات کے ٹھیک گیارہ بجے ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر  
 جنوبی سڑک کا رخ کر رہے تھے۔ گیارہویں کلو میٹر پر ہم  
 نے ٹیکسی کو روک لیا۔

”ہمیں اس سڑک پر جانا ہے۔ آپ کو یہیں ٹوکنا پڑے گا۔ ہماری واپسی قریباً ایک گھنٹہ تک ہو جائے گی۔“  
 ”بہت بہتر۔“ اس نے کہا، کیونکہ معاملہ ہم پہلے ہی طے کر چکے تھے۔ دوسرے یہ کہ یہ ٹیکسی ڈرائیور دو چار کیسوں کے دوران ہمارا ساتھ دے چکا تھا۔ اور ہمارے کاموں میں اسے بھی لطف آنے لگا تھا۔ لہذا اس نے اپنا فون نمبر ہمیں دے دیا تھا۔ اسی لیے کوئی مہم درپیش ہوئی تو ہم فوراً اس کو فون کر دیتے تھے۔ وہ ہم سے بل میں بھی رعایت کرتا تھا۔ نام تھا۔ یوسف طاہر۔

اس کو سڑک کے کنارے چھوڑ کر ہم بتلی سڑک پر چل پڑے۔ چند قدم چلنے کے بعد ہی میں نے انہیں اشارہ کیا اڈا ہم سڑک سے اتر کر درختوں کے درمیان چلنے لگے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو درختوں کی اوٹ لے لے کر قدم اٹھانے لگے۔ اس طرح یہ رات آدھ گھنٹے میں طے ہوا۔ اگر سڑک پر چلتے رہتے تو ہم دس منٹ میں طے کر لیتے۔ اور پھر چاند کی روشنی میں ہم نے اس عمارت کو دیکھ لیا۔ وہ پوری طرح چاندنی میں نہائی ہوئی تھی۔ جب کہ ہم درختوں کے درمیان تھے۔ اور ہم میں سے ہر ایک نے ایک ایک درخت کی اوٹ لے رکھی تھی۔ کیونکہ ہم جانتے تھے۔ سڑک کی طرف سے

آنے کی صورت میں ہمیں فوراً دیکھ لیا جاتا۔ ہم نے دیکھا۔ عمارت کا دروازہ بند تھا اور اس کے آس پاس کوئی شخص بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر میں نے سرگوشی کی،

”یہاں تو کوئی بھی معلوم نہیں ہوتا۔“

”ہو سکتا ہے۔ انہوں نے ایک دن پہلے آنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ یا پھر کسی ضرورت کے تحت چلے گئے ہوں۔ بہر حال ہمارے لیے موقع بہت اچھا ہے۔ ہم آزادانہ عمارت کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ آؤ۔“

یہ کڑکریں درخت کی اوٹ سے نکلا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ تینوں میرے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ اب ہمارے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔

## خطرناک

ہم دبے پاؤں پلٹے عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے،  
میں نے دائیں بائیں اوپر نیچے دیکھا۔ کہیں کوئی نہیں تھا۔  
ہو کا عالم طاری تھا۔ دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا  
چلتا گیا:

”یہ۔ یہ تو کھلا ہے۔ میرے منہ سے نکلا۔“

”اگر بند ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اندر کوئی  
ہے۔ اب زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اندر کوئی نہیں  
ہے، باہر سے کالا وہ اس لیے نہیں لگاتے ہوں گے کہ کیا  
خبر۔ کب کسی کو آنے کی ضرورت پڑ جائے؟“

”ہوں۔ اب یہاں رک کر کیا کریں گے۔ آؤ۔ میں نے کہا  
دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔“

اندر تاریکی تھی۔ میں نے جیب سے پنسل ٹارچ نکال  
لی۔ ٹارچ کی روشنی ایک صحن میں لہرائی۔ صحن کے سامنے

دو کمروں کے دروازے تھے۔ دونوں دروازے بند تھے۔ دائیں  
بائیں بھی دو دروازے تھے۔ مکان تھا بھی دو منزلہ، اوپر  
بھی کمرے نظر آ رہے تھے۔ ہم سامنے والے کمرے کی  
طرف بڑھے۔ ہاتھ لگتے ہی یہ دروازہ بھی کھل گیا۔ اور پھر ہم  
سکتے کے عالم میں رہ گئے۔

اندر ایک میز اور کرسی موجود تھی۔ کرسی پر ایک شخص  
بیٹھا تھا۔ میز پر کچھ کاغذات موجود تھے۔ وہ ان کاغذات  
میں پوری طرح محو تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی  
اس نے کہا:

”کون۔ گوکی۔ تم ہو۔“

چونکہ ہم چاروں میں سے گوکی کوئی بھی نہیں تھا۔ اس  
لیے ہم کیا کہہ سکتے تھے۔ جواب نہ پا کر اس نے پھر کہا:  
”کیا بات ہے گوکی۔ خاموش کیوں ہو۔ کیا پھر کوئی رخنہ  
پڑ گیا ہے؟“

ہم نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اب تو اس نے  
سراٹھا کر ہماری طرف دیکھا۔ میز پر ایک ٹیبل لیپ رکھا  
تھا۔ اس کی روشنی اس کے چہرے پر تو صاف پڑ رہی تھی،  
لیکن ہم قدرے تاریکی میں تھے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ  
کچھ دیکھ ہی نہ سکتا۔ فوراً اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے

ہاتھ میں ایک چاقو نظر آیا، پھر وہ سانپ کی طرح پھنکارا،  
 "تم - تم کون ہو۔ اور یہاں کس طرح آگئے؟  
 "اپنے پیروں سے چل کر آفتاب نے گہرا کر کہا۔  
 "تم ہو کون؟ اس نے جتنا کر کہا۔  
 "اللہ کے بندے؟

"اوہو۔ تمہارے نام کیا ہیں۔ تم یہاں بغیر اجازت کیوں  
 داخل ہوئے ہو؟

"ہم یہ سمجھے تھے کہ اس مکان کے اندر کوئی نہیں ہے۔  
 اگر یہ پتا ہوتا کہ اندر کوئی صاحب موجود ہیں تو ضرور دستک  
 دیتے اور اجازت ملنے کی صورت میں اندر داخل ہوتے۔  
 "ہوں۔ لیکن تم نے یہ کیوں خیال کر لیا کہ اس مکان  
 میں کوئی نہیں ہوگا؟ اس نے جتنا کر کہا۔

"بات دراصل یہ ہے جناب کہ خیال پر تو کوئی پابندی ہو  
 ہی نہیں سکتی۔ انلاق بولا۔

"پتا نہیں۔ تم کون ہو؟ اس کے لہجے میں الجھن تھی۔  
 "یہی ہم آپ کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ آپ کون  
 ہیں۔ اور بیابان کے اس مکان میں تنہا کیا کر رہے ہیں۔  
 اور یہ گوئی کون صاحب ہیں؟  
 "میں تمہارے سوالات کے جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔

کیونکہ میں تمہارے گھر میں داخل نہیں ہوا ہوں۔ بلکہ تم میرے  
 مکان میں داخل ہوئے ہو۔ اب بتاؤ۔ تم کون ہو۔ اور یہاں  
 کیوں آئے ہو؟ ورنہ میرا یہ چاقو ہوگا اور تم ہو گے؟  
 "ارے باپ رے۔ کم از کم اتنی خوفناک باتیں تو نہ کریں؟  
 اشفاق کانپ گیا۔

"ارے تو بتاؤ نا۔ ابھی تک تم نے ایک بات نہیں بتائی؟  
 "جی بس۔ کیا بتائیں۔ مجبوری ہے۔ میں نے بے چادگی کے  
 عالم میں کہا۔

"کیا مطلب؟  
 "مطلب یہ کہ۔ ہم مجبور ہیں۔ آپ کو کچھ بھی نہیں بتا سکتے،  
 بلکہ آپ کو ہی کیا، ہم تو کسی کو بھی کچھ نہیں بتا سکتے۔ آفتاب  
 نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ اس نے جتنا کر کہا۔  
 "جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہوئی،  
 لیکن مجبوری ہے۔ آپ کو اس بات پر گزارا کرنا ہوگا۔  
 میں بولا۔

"تم لوگ ضرور پاگل ہو۔  
 "چلیے۔ یہی سمجھ کر ہمیں جانے دیں؟  
 "جانے تو تمہیں ایسا دوں گا کہ یاد کرو گے۔

اب وہ چاقو والا ہاتھ اُٹھا کر ہماری طرف ایک قدم بڑھا۔ ہم بوکلا کر پیچھے ہٹے۔ اور جلدی سے دروازے کی طرف مڑے۔ دوسرا لمحہ خوفناک تھا۔ اس وقت ایک خوف ناک شکل صورت والا آدمی دروازے میں داخل ہوا اور ہمیں دیکھ کر اُچھل پڑا:

”ہائیں۔ مسٹر رونق۔ یہ کون لوگ ہیں؟“

”بن بلائے مہمان۔ خبردار۔ یہ فرار نہ ہونے پائیں۔ رونق نے کہا۔“

”فرار تو خیر ان کے فرشتے بھی نہیں ہو سکتے۔ یہ ہیں کون؟“ شاید چور اچکے ہیں۔ بغیر اجازت اندر گھس آئے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ اندر شاید کوئی نہیں ہے۔ جو ہاتھ لگے گا اُٹھا کر چلتے بنیں گے۔“

”لیکن۔ مسٹر رونق۔ اس جنگل بیابان میں یہ چوری کرنے کے لیے ہرگز نہیں آ سکتے۔ ضرور کوئی اور بات ہے۔“ آنے والے نے فکر منداں لہجے میں کہا۔

”ہوں۔ تم ٹھیک کہتے ہو گوکی۔ ارے مم۔ مگر۔ گوکی۔ یہ ہو کیسے گیا۔ کوئی تمہاری نظر بچا کر عمارت تک پہنچ جاتے۔ یہ تو آج تک نہیں ہوا۔“

”اوہ۔ اوہ۔ گوکی کے مڑے سے نکلا۔“

”گوکی۔ جواب دو۔ یہ چاروں اندر کس طرح آ گئے۔ تمہیں کانوں کان خبر کیوں نہیں ہوئی؟“

”مم۔ میں بتاؤں مسٹر رونق؟“

”ہاں۔ بتانا ہو گا۔ باس بھی تو آ کر یہ سوال کرے گا۔ پھر تم کیا جواب دو گے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ پہلے ہی جواب سوچ لو۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے مسٹر رونق۔ میں نے آج بہت مجبور ہو کر شراب پی لی ہے۔ اور مجھ پر نشہ سوار ہونے لگ گیا تھا۔ تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے کے لیے نہر کی طرف چلا گیا۔ ورنہ یہ لوگ بھلا میری نظروں سے بچ کر کس طرح داخل ہو سکتے تھے۔“

”اور تم نے شراب کیوں پی؟ رونق نے منہ بنایا۔“

”خود پر قابو نہ رہا۔ اور بس۔ اس نے کندھے اچکائے۔“

”خیر۔ یہ معاملہ باس طے کریں گے۔ ہم ان کا کیا کریں؟“

”یہ چاقو میری طرف اچھال دیں۔ میں ان کے پیٹ پاک کر کے جنگل میں دبا دیتا ہوں۔ نہ رہے کا بانس، نہ بجے گی بانسری۔“

ترکیب اچھی ہے۔ لیکن۔ پہلے یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے

یہ ہیں کون اور ادھر کیوں آئے ہیں؟  
 "تب پھر۔ باس کی آمد تک انہیں باندھ کر ڈال دیتے  
 ہیں۔ گوکی نے دوسری ترکیب بتائی۔  
 "یہ ٹھیک رہے گا۔ اس نے فوراً کہا۔  
 "لو۔ رسی یہ رہی۔ اس نے ایک الماری کھولتے ہوئے  
 کہا۔ دوسرے ہی لمحے رسی کا ایک گولا گوکی کی طرف آیا،  
 اس نے اسے دبوچ لیا۔  
 "لو بھئی۔ چپ چاپ ہاتھ پیر بندھوا لو۔ ورنہ چاقو تم  
 لوگوں کا مزاج پوچھ لے گا۔  
 "آپ یہاں کرتے کیا ہیں؟ میں نے کانپتی آواز میں پوچھا۔  
 "میش۔ گوکی ہنسا۔  
 "مشر گوکی۔ اگر آپ نے شراب نہ پی ہوتی، تب بھی  
 آپ ہمیں آتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آفتاب بولا۔  
 "نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔  
 "کیوں۔ ہونے کو کیا ہے۔ اخلاق نے کہا۔  
 "اس مکان کی چھت پر ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں سے  
 میں ہر طرف آسانی سے دیکھ سکتا ہوں۔ اور کوئی بھی  
 میری نظر بچا کر مکان تک نہیں پہنچ سکتا۔  
 "پاہے کوئی درختوں کی طرف سے ہی کیوں نہ آئے؟ آفتاب

نے پوچھا۔  
 "اور۔ تو تم درختوں کی طرف سے آئے ہو؟  
 "ہماری بات چھوڑیں۔ پہلے جواب دیں۔  
 "ہاں! پاہے کوئی درختوں کی طرف سے آئے۔ رات تاریک  
 کیوں نہ ہو۔ مجھے ہر حال میں پتا لگ جائے گا۔  
 "آخر کیسے؟  
 "بھلا میں یہ راز تم لوگوں کو کیسے بتا سکتا ہوں۔ کیوں  
 مشر رونق۔  
 "بالکل۔ ان لوگوں کو ہی کیا۔ کسی کو بھی نہیں بتایا جا  
 سکتا۔ یہ راز تو ہمارے اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں معلوم۔  
 یہاں تک کہ خود مجھے بھی نہیں معلوم۔ بس باس کو معلوم ہے  
 یا پھر گوکی کو۔ گوکی کو بھی باس نے ہی بتایا ہے، ورنہ  
 اسے بھی معلوم نہیں تھا۔ واقعی ہمارا باس بہت عظیم ہے۔  
 وہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ کیا بات ہے اس کی؟  
 "لیکن آپ لوگ کام کیا کرتے ہیں؟  
 "یہ پوچھو کیا نہیں کرتے؟ گوکی نے ہنس کر کہا۔  
 "پہلے پھر یہی بتا دیں۔ آفتاب فوراً بولا۔  
 "گوکی نے اس کی طرف گھور کر دیکھا، پھر پلٹا یا:  
 "اب اپنے آپ کو میدھی طرح بندھوا لو۔ ورنہ بہت بُری

طرح پیش آؤں گا۔  
 " اس سے زیادہ کیا بُری طرح پیش آئیں گے۔" اشفاق نے  
 جمل کر کہا۔

" مسٹر رونق۔ آپ چاقو کے ساتھ ان کے سروں پر کھڑے  
 رہیں۔ ان میں سے کوئی ذرا بھی حرکت کرے تو آپ چاقو  
 کی نوک سے ان کا مزاج پُتوچھ سکتے ہیں۔ ویسے یہ فرار  
 نہیں ہو سکتے۔ بیرونی دروازہ بند ہے۔"

" اچھی بات ہے۔ رونق نے کہا اور ہمارے نزدیک آ گیا۔

اب ہم کیا کرتے۔ چپ چاپ خود کو بندھوا لیا۔

ایسے میں میرا ذہن ٹیکسی ڈرائیور کی طرف گھوم گیا۔ وہ بیچارہ

اب ہمارے انتظار میں سوکتا رہے گا، مگر ہم اس تک

نہیں پہنچیں گے۔ اور پھر شاید وہ اس طرف آ جائے۔ م۔

مگر۔ اس سے بھی کیا ہو گا۔ اس کو بھی آتے ہوئے دیکھ لیا

جائے گا۔ اور۔ اور پھر شاید وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گا۔

یہ سوچ کر میرا منہ ٹپک گیا۔ اسی وقت رونق نے کہا،

" بھئی گوکی۔ یہ لوگ شہر سے یہاں تک آئے کیسے ہوں

گے۔ یا تو ان کے پاس اپنی کوئی گاڑی ہوگی۔ یا پھر

ٹیکسی میں آئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے۔ ٹیکسی سڑک کے

کنارے ہی کھڑی ہو۔ میرا خیال ہے۔ ہم چیک کر لیں۔

کہیں کوئی الجھن نہ پیش آ جائے اور باس ہم پر نہ گرہیں۔  
 " اد کے مسٹر رونق۔ میں انہیں باندھ کر چلا جاتا ہوں۔  
 لیکن اگر اس دوران کوئی ادھر ادھر سے گھوم گام کر عمارت  
 تک آ گیا تو میں کچھ نہیں دیکھ سکوں گا۔"

" تم فکر نہ کرو۔ اس کو بھی دیکھ لیں گے۔"

ہمیں باندھ کر گوکی باہر نکل گیا۔ رونق ہمیں مکر مکر دیکھ  
 رہا تھا، ایسے میں اس نے کہا:

" نہ جانے کیا بات ہے۔ تم لوگوں کی شکلیں جانی پہچانی

کیوں لگ رہی ہیں۔"

" بھلا ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

" نن۔ نہیں۔ مجھے یاد آ گیا۔ اُن۔ ادہ۔"

اس نے چونک کر کہا اور دوسری الماری کی طرف پٹکا۔

اس نے الماری میں سے کچھ پُرانے اخبارات نکالے اور

جلدی جلدی انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ کافی دیر گزر

گئی۔ پھر قدموں کی آہٹ ہوئی۔ ہم نے گردنیں گھما کر

دیکھا اور ساکت رہ گئے۔

ڈرائیور یوسف طاہر ہاتھ اُپر اٹھائے چلا آ رہا تھا اور

گوکی پستول ہاتھ میں لے اس کے پیچھے تھا:

" یہ چاروں اس کی ٹیکسی میں آئے ہیں۔ اور اس کو انتظار

کرنے کے لیے کہا تھا انہوں نے۔

ہوں۔ اس کو بھی باندھ دو۔

لیکن جناب میرا کیا قصور؟ یوسف طاہر نے بتا کر کہا۔  
 قصور تو کوئی نہیں۔ لیکن چونکہ تم ان لوگوں کو یہاں  
 لائے ہو اور شہر میں ان کے بارے میں پولیس کو بتا دو گے  
 اس لیے اب تمہیں بھی ان کے ساتھ رکھنا ہو گا۔

آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

میں بتاتا ہوں۔ رونق کی آواز گونجی۔

آپ بتاتے ہیں۔ لیکن کیا۔ اور یہ آپ نے اخبارات کیوں

پھیلا لیے ہیں فرسٹ پر؟

میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟

اخبارات کے ذریعے؟ گوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

ہاں! ان کے چہرے کچھ دیکھے بھالے ممسوس ہوئے تھے،

میں نے سوچا۔ شاید اخبارات میں ان کی تصاویر دیکھی ہوں،

لہذا میرے اس خیال کی تائید ہو گئی۔

تائید ہو گئی۔ یعنی گوکی نے جلدی سے کہا۔

یہ بہت خطرناک لوگ ہیں؟

خطرناک اور یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خود کو بندھوا

وقت تو یہ بیگلی بلیاں بنے رہے۔ بُری طرح کانپ بھی رہے

تھے۔

اس کے باوجود یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ یہ شوکی برادرز

کہلاتے ہیں۔

ارے؟ گوکی کے منہ سے نکلا۔

میں اسی وقت ہماری قدموں کی آواز سنائی دی۔

”شوکی برادرز۔ وہ ڈرپوک قسم کے پرائیویٹ جاسوس۔ باس کے لیے میں حیرت تھی۔“

”یہ اس کا مطلب ہے؟“  
 ”لیکن یہ ادھر کہاں آئے تھے؟“  
 ”باقاعدہ ٹیکسی کر کے آئے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو بھی سڑک کے کنارے کھڑا کر آئے۔ اس کا مطلب ہے۔ ادھر ہی آنے کا پروگرام بنا کر آئے تھے۔ لیکن یہ کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں۔“ رونق نے کہا۔

”رونق۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہ کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں۔ ان کے تو فرشتے بھی بتائیں گے۔“

یہ کہہ کر باس ہماری طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس نے اشفاق کے سینے پر اپنا بھاری بھر کم پیر رکھ دیا۔ اس کا جوتا بھی خوفناک تھا۔ کچھ خیال آنے پر اس نے جوتا اٹھایا اور اس کا تلا ہماری طرف کر کے بولا:

”ایک نظر اس کا تلا دیکھ لو۔“  
 ہم نے دیکھا۔ اس میں کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ہم کانپ اٹھے۔ اس نے جوتا پھر اشفاق کے سینے پر رکھ دیا۔ اس کا رنگ پہلے ہی اڑ چکا تھا۔ اگرچہ ابھی تک باس نے جوتے پر دباؤ نہیں ڈالا تھا:

## قید میں

”شش۔ شاید باس آگئے۔“ گوکی نے فوراً کہا۔  
 ہم سب کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور پھر بیس کے قریب بد معاش ٹائپ لوگ اس کمرے میں آگئے، کمرہ بہت بڑا تھا۔ اس کے باوجود ان کے داخل ہونے کے بعد تنگ سا لگنے لگا:

”یہ۔ کون لوگ ہیں؟ سب سے پہلے اندر داخل ہونے والے نے کہا۔“

اس کا قد سب سے لمبا تھا۔ ہاتھ پیر بہت مضبوط نظر آ رہے تھے۔ چہرہ بہت بڑا تھا۔ سر بھی بڑا لگ رہا تھا۔ چہرے پر ایک خوفناک پن تھا۔ اس کی نظریں اب ہم پر جمی ہوئی تھیں:

”یہ شوکی برادرز ہیں سر۔ جنگل میں ہمارے اڈے تک آگئے تھے۔ ہم نے گرفتار کر لیا۔“

”اب بتاؤ۔ تم لوگ ادھر کیوں آئے ہو؟“  
”افسوس۔ بتا نہیں سکتے۔ میں نے کہا۔“

”تب پھر اپنے بھائی کی چینی سننے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“  
”یہ کہہ کر اس نے دباؤ ڈال دیا۔ اشفاق کے منہ سے ایک ٹل دوز  
چبھ نکل گئی۔ ہم بُری طرح بے تاب ہو گئے۔“

”اشفاق۔ کیا میں بتا دوں۔“ میں نے ردنی آواز میں کہا۔  
”نہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ اشفاق نے بمشکل کہا۔  
”ابھی میں نے پورا دباؤ تو کیا۔ نصرت بھی نہیں ڈالا۔“

”یہ لو۔ اس نے کہا اور مزید دباؤ ڈال دیا۔ اشفاق چیخا۔“  
”اُن مالک۔ اب ہم کیا کریں؟ میں نے آسمان کی طرف دیکھا  
لیکن سر کے اوپر تو چھت تھی۔“  
”میر۔ اشفاق نے کہا۔“

”تم لوگوں کے تو فرشتے بھی چیخ چیخ کر بتائیں گے۔ ابھی تو  
ابتدا ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا دوسرا پیر فضا میں اٹھا  
دیا۔ گویا اب اشفاق پر پورا وزن پڑ چکا تھا۔ ہم  
نے اشفاق کی دل دوز چیخ سنی۔ اور پھر یہ چیخ آہستہ آہستہ  
سنائے میں تحلیل ہو گئی۔ اشفاق بالکل ساکت ہو چکا تھا۔  
”لگ۔ کیا۔ کیا ہمارا بھائی مر گیا۔ اشفاق۔ مر گیا۔“  
میں نے پاگلوں کے سے انداز میں کہا۔

”اگر نہیں مرا تو مر جائے گا۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئی  
ہیں۔ اور اب تمہاری باری ہے۔ اس نے کہا اور میری طرف  
بڑھا۔“

”ہاں۔ آؤ۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“  
میں اپنے بھائیوں کی چینی نہیں سن سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ  
ان سے پہلے میں دوسری دُنیا کو سدھار جاؤں۔ میں نے  
جلدی جلدی کہا۔

”اچھا۔ یہ بات ہے۔ تب پھر میں ایسا نہیں کروں گا۔  
پہلے اس کا کام تمام کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ اخلاق کی طرف  
بڑھا۔ اخلاق بُری طرح لرزنے لگا۔“

”میرے بھائی۔ اللہ کو یاد کرو۔ اور صبر کا دامن تمام لو۔“  
”بھو۔ بھائی جان۔ ہم بتا کیوں نہ دیں۔“

”نہیں۔ ہم معاہدہ کر چکے ہیں۔ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔“  
”کس سے معاہدہ کر چکے ہو؟“ اس نے فوراً کہا۔

”یہ بات بھی تو نہیں بتائی جاسکتی۔“  
”تب پھر اپنے دوسرے بھائی کی چینی سننے کے لیے تیار  
ہو جاؤ۔“

”نہیں۔ تم اپنا جوتا مجھ پر آزماؤ۔“ میں نے چیخ کر کہا۔  
”تمہاری باری سب سے آخر میں آئے گی۔“

لیکن اس سے پہلے ایک بات سن لو۔ میں نے سو آواز میں کہا۔

”ہاں ضرور۔ کیوں نہیں؟“

”ٹیکسی ڈرائیور غریب کا کوئی قصور نہیں۔ نہ اسے کچھ معلوم ہے۔ اس لیے اسے چھوڑ دو۔“

”یہی تو معیبت ہے۔ یہ ہمارا ٹھکانا دیکھ چکا ہے۔ کس طرح چھوڑ سکتا ہوں؟“

”ہوں۔ مشر یوسف طاہر۔ میں نے بھرتائی ہوئی آواز میں کہا۔  
”ہاں؟ اس کے منہ سے بمشکل نکلا۔ یوں لگا جیسے بہت دور سے آواز آئی ہو۔“

”تم ہمیں دل ہی دل میں جلی کٹی سنا رہے ہو گے۔ اور اس وقت کو کوس رہے ہو گے جب ہم نے تمہیں بلایا تھا۔“

”نہیں۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ آپ لوگ خود بھی تو پھنسے ہوئے ہیں۔“  
”تو تم۔ ڈرائیور کا نام بھی جانتے ہو؟“

”ہاں! ہم اکثر ان کی ٹیکسی کرائے پر لیتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ انہیں کچھ بھی معلوم نہیں۔“

”میں یقین کرتا ہوں۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس

نے ہمارا ٹھکانا دیکھ لیا ہے اور یہ شہر پہنچ کر پہلی فست میں پولیس کو ادم لے آئے گا۔“

”ہوں۔ آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں مشرباس۔ خیر جو اللہ کو منظور۔“

”میں کچھ کر سکتا ہوں۔ ایسے میں رونق نے کہا۔“

”ہاں ضرور رونق۔ تم تو میرے غامض آدمی ہو۔ منصوبے بنانے والے۔ تمہارے منصوبوں نے ہی تو مجھے اس قدر کامیاب دلائی ہیں۔“

”آخر ہم ان کے خون سے ہاتھ کیوں رنگیں۔ ہم انہیں باندھے رکھتے ہیں۔ دو چار دن میں ان کے کس بل نکل جائیں گے۔ پھر یہ خود ہی تنگ آکر ساری بات بتا دیں گے۔ اور ہم انہیں ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا لیں گے۔ یہاں کام کاج کرنے کے لیے بھی تو کچھ لوگ ہونے چاہئیں، چائے بنانا، کھانا پکانا، کھانا پلانا۔ یہ تو ہمیں مفت کے ملازم ہاتھ لگ گئے ہیں۔ دو وقت کی روٹی میں یہ کیا مہنگے رہیں گے۔“

”ہوں۔ بات تو کچھ تمہاری ٹھیک ہے۔ لیکن۔ ان کی نگرانی بھی تو کرنا ہوگی ہر وقت۔“  
”یہ کام گوئی کر لے گا۔“

”ان لوگوں کو پکڑا کہاں سے گیا ہے؟“

”گوکی نے آج پھر شراب پی لی تھی۔ یہ اپنے سر پر پانی بہانے نہر پر چلا گیا۔ اس دوران یہ اندر داخل ہو گئے۔“

”گوکی۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔“

”آپ بھی تو انصاف سے کام نہیں لیتے باس۔“ گوکی نے

منہ بنایا۔

”گوکی۔ تم میرے چھوٹے بھائی ضرور ہو۔ لیکن میں

بدتمیزی برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا بک رہے ہو۔“

”گروہ کے سب لوگ شراب پیتے ہیں۔ صرف مجھ پر پابندی

ہے آخر میں خود کو کس طرح روکوں۔ یا تو سب لوگ شراب

دیں۔ اس نے جھلٹائے، سوتے لہجے میں کہا۔

”لیکن گوکی۔ تمہارا کام ہم سب سے الگ ہے۔ اس عمارت

کی نگرانی کرنا۔ ہم لوگ شراب اپنے کام سے فارغ ہو کر پیتے

ہیں۔“

”کچھ بھی ہو باس۔ شراب یا تو سب نہیں پیں گے یا

پھر میں بھی پیوں گا۔ اس کا ایک دوسرا حل ہے۔ آپ

مجھے ایک آدمی دے دیں۔ ہم باری باری نگرانی کریں گے۔“

”کیا کر رہے ہو گوکی۔ اس طرح اس راز میں ایک اور کو

شریک کرنا پڑے گا۔“

”ہوں! اچھا خیر۔ میں آئندہ کوشش کروں گا کہ شراب نہ

پیوں۔ زیادہ مہمور ہو جاؤں گا تو اس وقت ہاتھ لگاؤں گا

جب آپ یہاں موجود ہوں۔ آپ کو نگرانی سونپ کر یہ کام

کر لیا کروں گا۔“

”چلو خیر۔ یونہی سہی۔ اور ہاں رونق۔ مجھے تمہاری تجویز

سے اتفاق ہے۔ ان لوگوں کو ہم موت کے گھاٹ نہیں آتیں

گے۔ لیکن ان پر سختی اس وقت تک جاری رہے گی۔

جب تک کہ یہ اگلیں گے نہیں کہ اس طرف کیوں آئے تھے۔“

”یہ ٹھیک رہے گا باس۔“

”اب ان کو الگ کمرے میں بند کر دو۔ اور ہاں اس

ٹیکسی کا کیا کیا؟“

”اسے میں نے ایک جھنڈ میں چھپا دیا ہے۔ سڑک سے

اسے نہیں دیکھا جا سکتا۔“ گوکی نے جواب دیا۔

”بہت خوب۔ ان کو لے جاؤ۔ تاکہ ہم اپنی بات چیت

شروع کر سکیں۔“

”ہمیں کندھوں پر اٹھا کر ایک کمرے میں بیٹھ دیا گیا۔

پھر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ مجھے سب سے

زیادہ فکر اشفاق کا تھا۔ میں لڑکھ کر اس کے پاس پہنچا

• اشفاق - میرے بھائی - تم - تم ٹھیک تو ہو۔  
اس نے کوئی جواب نہ دیا - نہ اس کے جسم میں کوئی  
حرکت نظر آئی -

ہم پریشان ہو گئے ، میں نے پوری کوشش کر کے اپنا دھڑ  
قد سے اوپر اٹھایا اور اپنا کان اشفاق کے سینے پر رکھ دیا -  
میں اس کے دل کی دھڑکنیں سننا چاہتا تھا - دل کی دھڑکنیں  
سننے ہی میں نے اطمینان کا سانس لیا اور بولا :  
" اللہ کا شکر ہے - اشفاق زندہ ہے۔ "

• لیکن بھائی جان ! ہم اب کیا کریں ، سوال تو یہ ہے :  
" زیادہ سے زیادہ ہم اپنی ریاں کھولنے کی کوشش کر  
سکتے ہیں - لیکن کمرے کا دروازہ بند ہے - اگر ہم ریاں کھول  
بھی لیں - تو بھی کمرے سے باہر تو نکل نہیں سکیں گے - " میں  
نے کہا -

• لیکن بھائی جان ! اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اسی  
طرح پڑے رہیں - ہمیں کوئی نہ کوئی کوشش تو جاری رکھنی  
ہی چاہیے -

" ہوں - تمہارا خیال ٹھیک ہے - ہم ریاں کھولنے کی پوری  
کوشش کریں گے - چاہے اس میں کامیاب ہو سکیں یا نہ ہو سکیں -  
اور ہم نے اپنی کوشش شروع کر دی - میں اپنا منہ آفتاب

کے اُتھوں کی طرف لے گیا اور دانتوں سے دسی کھولنے کی کوشش  
کرنے لگا - اسی طرح اخلاق نے یوسف طاہر کی ریاں کھولنے  
کی کوشش شروع کر دی - اشفاق تو تھا ہی بے ہوش -  
پہلے اس کی ریاں کھل بھی جاتیں تو فائدہ کوئی نہ ہوتا -  
لہذا اس کی ریاں تو بعد میں بھی کھول سکتے تھے - ہم اس  
کوشش میں نہ جانے کتنی دیر تک مصروف رہے - لیکن نہ جانے  
ان کم بختوں نے ریاں کس طرح باز دی تھیں کہ ہم گرہ  
نہ کھول سکے - یہاں تک کہ ہمارے منہ دکھ گئے - دانت درد  
کرنے لگے اور ہم نے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا -  
کچھ دیر تک آرام کرنے کے بعد ہم پھر کوشش میں مصروف  
ہو گئے - غرض ہم اسی طرح تھکتے رہے اور کوشش کرتے  
رہے ، آخر میں آفتاب کی دسی کھولنے میں کامیاب ہو گیا -  
جو نہی اس کی دسی کھلی - اس نے اپنے ہاتھ آزاد کرا لیے ،  
اور پھر پیر کھول ڈالے - اب اس نے میری ریاں کھولیں ،  
پھر اخلاق ، یوسف طاہر اور اشفاق کو بھی رسیوں سے  
آزاد کرا لیا گیا - اشفاق ابھی تک بے ہوش تھا - اب  
ہم نے اسے ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں ،  
لیکن ہم اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے - پتا نہیں  
اشفاق کی پسلیوں کا کیا حال تھا - بظاہر تو کوئی پسلی ٹوٹی

محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہم ڈاکٹر تو تھے نہیں کہ درست اندازہ لگا سکتے۔

”اب۔ اب کیا کیا جائے؟“  
”اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔“

ہم دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ وہ خود ہی کھل گیا۔ اور رونق کی صورت دکھائی دی:  
”تم لوگوں کو باس نے یاد کیا ہے۔ ارے۔۔۔ یہ۔ یہ تم نے اپنی رسیاں کس طرح کھول لیں؟“

”اپنے دانتوں سے۔“  
”اوہ۔ حیرت انگیز۔ لیکن تم لوگ بے وقوف ہو۔ رونق نے کہا۔“

”جی۔ وہ کیسے۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ہم عقل مند ہیں۔ آفتاب نے منہ بنایا۔“

”انسان کی سب سے بڑی بے وقوفی یہی ہے کہ وہ خود کو عقل مند خیال کرنے لگے۔ مجھے دیکھو۔ ان لوگوں کو نہ جانے کیسے کیسے منصوبے بنا کر دیتا ہوں۔ لیکن خود کو عقل مند کبھی خیال نہیں کرتا۔ اگرچہ ان لوگوں کا یہی خیال ہے کہ میں بہت ذہین ہوں۔“

”شش۔ شاید۔ مٹر رونق۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں کس طرح آپہنچے؟“  
”کک۔ کیا مطلب؟ رونق زور سے چوٹکا۔“

”میں جانتا ہوں۔ آپ خود جرائم پیشہ نہیں ہیں۔ مطالعہ یہ کہ آپ خود مجرم کرنے نہیں جاتے۔ نہ کبھی گئے ہیں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”تمہاری بات سن کر حیرت ہوئی۔ تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں گا۔“

”اور مجھے معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں، کیوں کہ میں جانتا ہوں۔ آپ ایک منصوبہ ساز ہیں۔ یہاں آنے سے پہلے جرائم پیشہ لوگوں کو منصوبے بنا کر دیا کرتے تھے اور ان سے اپنا معاوضہ وصول کیا کرتے تھے۔ اسی طرح باس نے بھی آپ سے کوئی منصوبہ بنوایا۔ اور پھر آپ باس کو اس قدر پسند آ گئے کہ انہوں نے آپ کو اغوا کر لیا۔ کیوں میں غلط تو نہیں کر رہا؟“

”مٹر۔ شش۔ شوکی۔ تمہیں یہ تمام باتیں کس طرح معلوم ہوئیں؟“

”یہ صرف میرا اندازہ ہے۔“

۴۸  
"اور یہ بالکل درست اندازہ ہے۔ رونق کے لمحے میں ہر  
کی حیرت تھی۔

"زیادہ حیران نہ ہوں۔ کہیں مارے حیرت کے مر  
بائیں۔ آفتاب مسکرایا۔

"خیر۔ چلو۔ اس نے چونک کر کہا۔

"ویسے ہمدی جان بچانے کے لیے شکریہ میں بول اٹھا۔  
"مگ۔ کیا مطلب؟ وہ پہلے سے زیادہ زور سے چونکا۔

"مطلب یہ کہ۔ باس تو ہمیں مار دینے پر تلا ہوا تھا،  
یہ آپ تھے۔ حضوں نے اسے ایک نیا خیال دلایا کہ ہمیں  
یہاں غلام بنا کر بھی تو رکھا جا سکتا ہے۔"

"ہوں۔ تم واقعی حیرت انگیز ہو۔ ہر بات کی تہ تک  
بہت جلد پہنچ جاتے ہو۔ لیکن میں نے باس کو یہ خیال  
تمہاری بانیں بچانے کے لیے نہیں دلایا تھا۔ بلکہ حقیقت یہی  
ہے کہ ہمیں یہاں خدمت گزاروں کی بہت ضرورت رہتی ہے۔  
پٹے خیر۔ یہی بات ہوگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

اب ہم اس کے ساتھ باہر نکل آئے:

"سوال یہ ہے کہ باس نے اتنی جلدی ہمیں پھر کیوں یاد  
فرمایا ہے؟

اسے ایک نیا خیال کیا ہے۔ اسی خیال کے تحت چند

سوالات اور کرنا چاہتا ہے۔

"اور وہ خیال کیا ہے؟

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔ اس نے کہا۔

آخر ہم ہل میں داخل ہوئے ایسے میں آفتاب  
کے ساتھ الجھ کر دھڑام سے گر پڑا۔ چند سیکنڈ تک میں  
بے سدھ پڑا رہا۔ پھر آتش دان کا سہارا لے کر اٹھا۔  
اور آفتاب کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا:

"تت۔ تم۔ دیکھ کر نہیں چل سکتے۔"

"جی۔ جی ہاں۔ چل سکتا ہوں۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"بس بس۔ آپس میں نہ لڑو۔ پہلے ہی بہت کمزور ہو۔  
باس نے ہنس کر کہا اور ہم اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ان کے چوتھے ساتھی کا کیا حال ہے مٹر رونق؟

"ابھی تک بے ہوش ہے۔ اس نے کہا۔

"ہوں! مٹر شوکی۔ میرے ایک سوال کا جواب دو گئے۔"

"جی۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ اگر دے سکا تو ضرور دوں گا۔  
میں نے کہا۔

"تم اس طرف کس طرح آ گئے۔ کیا ہمارے بارے میں کسی  
نے بتایا تھا؟ اس نے چبھتے ہوئے لمحے میں پوچھا۔

"آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہیں؟ میں نے کوئی جواب

دینے کی بجائے اُنٹ سوال داغ دیا۔

میری بات کا جواب دو۔ مجھ سے سوال نہ کرو۔

”افسوس! میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔“

”لیکن مشر شوکی۔ یہ سوال اس قدر اہم ہے کہ اس کا

جواب حاصل کرنے کے لیے میں تمہارا حشر تمہارے بھائی سے

بھی زیادہ بُرا کر سکتا ہوں۔“

”نہ اس نے کچھ بتایا تھا۔ نہ میں بتاؤں گا۔ میں نے

مکرا کر کہا۔“

”تم ہمیں سختی کرنے پر مجبور کر رہے ہو۔ وہ غرایا۔

”تو آپ مجبور ہوں ہی نہ۔“ آفتاب نے اسے مشورہ دیا۔

”تم چھپ رہو۔ ہاں شوکی۔ آخری بار سوچ لو۔ پھر تم

پر وہ لمحات گزریں گے کہ فرشتے بھی کانپ اٹھیں۔“

”ان بے چاروں کو کانپنے کی ضرورت نہیں۔ وہ تو اپنے

رب کا حکم بجا لاتے ہیں۔“

”تو تم نہیں بتاؤ گے۔“

”ہرگز نہیں۔ میں نے کہا۔“

”دوئی۔ اب کیا کریں؟“

”انہیں بھوکا اور پیاسا رکھا جائے۔ کل کا سورج جب

طلوع ہوگا تو مارے بھوکا اور پیاس کے یہ چلا چلا کر بتائیں

گے۔ ورنہ ذبردستی کر کے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں! اس نے

کہا۔

”ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میرا اندازہ درست نکلا۔“ باس نے منہ

بنا کر کہا۔

”جی۔ کیا مطلب۔ کون سا اندازہ؟“

”تم ان لوگوں کو بچانے کی کوشش کر رہے ہو۔ نہ جانے

کیا بات ہے۔“

”یہ۔ یہ آپ کر رہے ہیں باس۔ رونق کے لہجے میں

حیرت تھی۔“

”ہاں! یہ میں نے ہی کہا ہے۔ اور یہ میرا ہی اندازہ

ہے۔ اگر غلط ہے تو ثابت کر دو۔“

”میں یہاں کب سے رہ رہا ہوں باس۔ رونق بولا۔

”کئی سال سے۔“

اور ان کئی سالوں میں میں نے کوئی گڑ بڑ کرنے کی

کوشش کی۔ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی۔ رونق بولا۔

”میں تسلیم کرتا ہوں۔ تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔“

لیکن اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ تم یہاں سے فرار

ہو ہی نہیں سکتے۔ گو کہ جو یہاں ہر وقت موجود رہتا ہے۔“

”لیکن آج اس نے شراب پی لی تھی اور نہر کی طشہ چلا

گیا تھا۔ کیا اس دوران میں فرار نہیں ہو سکتا تھا باس؟  
 "نہیں۔ اس لیے کہ تم کہیں بھی چلے جاتے۔ ہم تم تک

پہنچ جاتے۔"

"تب پھر۔ میں ان لوگوں کو بچا کر کیا کروں گا۔ یہ  
 میرے کس کام آسکیں گے؟ اس نے ہنسا کر کہا۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔ تمہیں ثبوت مہیا کرنا پڑے گا۔"  
 "میرے پاس اپنی بات کے ثبوت میں کوئی بات نہیں  
 ہے۔ اس نے جل کر کہا۔"

"درونی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ میں تمہارے بارے میں  
 بے اطمینانی محسوس کر رہا ہوں۔ اگر تم یہ ٹھان چکے ہو کہ  
 کسی نہ کسی طرح ہمارے یہاں سے بھاگ جاؤ گے تو صاف  
 صاف بتا دو۔ ہم خود ہی تمہیں آزاد کر دیں گے۔"  
 "آزادی سے بڑی نعمت کوئی نہیں باس۔ لیکن میں نے  
 ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ یہاں  
 سے آزادی کا صاف مطلب موت ہے۔ اور میں ایک بزدل  
 آدمی ہوں۔"

"خیر۔ درونی۔ میں اس وقت اس موضوع پر بات نہیں  
 کرنا چاہتا۔ ہم پھر بات کریں گے۔ شوکی برادرز کے بارے  
 میں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ یہاں غلام بن کر زندگی

نہیں گزاریں گے۔ میں ہر وقت ہمارے خطرہ مول نہیں لے سکتا،  
 میں انہیں موت کے گھاٹ ہی اتاروں گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی باس۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ درونی  
 نے کندھے اچکائے۔"

"لیکن کل کے بعد۔ کل جو منصوبہ تم پیش کر رہے  
 ہو۔ پہلے ہم اس پر غور کریں گے۔ اس منصوبے سے  
 فادخ ہو کر ہم ان لوگوں کی طرف توجہ دیں گے۔"  
 "اد کے باس۔ یہاں صرف اور صرف آپ کی مرضی چلتی  
 ہے۔ ہم کیا چیز ہیں؟ درونی نے کہا۔"

"درونی۔ تم جانتے ہو۔ تمہارے بیوی بچے کس قدر عیش  
 کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں صرف یہی معلوم ہے  
 کہ تم ایک نامعلوم جگہ پر خفیہ مشن پر کام کر رہے ہو  
 اور یہ کام کئی سال کا ہے۔ اس کے دوران تم واپس  
 نہیں آ سکتے۔ لیکن ہر ماہ معقول رقم ارسال کرتے رہو  
 گے۔ اور ایک بڑی رقم انہیں ہر سال مل جاتی ہے۔ ان  
 حالات میں تمہیں تو بہت خوش رہنا چاہیے۔"

"لیکن باس! میرا دل ان سے ملنے کو ہی تو چاہتا ہے۔  
 آخر میں چند دن کی چھٹی ان کے پاس کیوں نہیں گزار سکتا۔  
 کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں پولیس کو بتا دوں گا،

تو کیا میں خود پولیس سے پانچ جاؤں گا۔ وہ مجھے بھی تو میرے سابقہ کارناموں کی وجہ سے گرفتار کریں گے۔  
 "نہیں رونق۔ تم وعدہ معاف گواہ بن سکتے ہو۔ پولیس کو وعدہ معاف گواہوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بدلے میں ایسے گواہوں کو رہائی مل جایا کرتی ہے۔ یا تھوڑی بہت سزا انہیں ملتی ہے۔"

"خیر باس۔ اگر میں بزدل نہ ہوتا تو اس وقت تک نہ جانے کتنی مرتبہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کر چکا ہوتا، کھل ہی ہے کہ میں بزدل بہت ہوں۔ باقی رہے شوکی برادرز، یہ میرے رشتے دار نہیں ہیں۔"

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے یہ لوگ اپنے آپ ادم نہیں چلے آئے۔ آخر انہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ ہم لوگ اس عمارت میں رہتے ہیں۔ جرائم پیشوں کا ایک گروہ اس عمارت میں رہتا ہے۔ اور پھر یہ باقاعدہ ٹیکسی کر کے یہاں تک آئے۔ ٹیکسی ڈرائیور کو انہوں نے سڑک کے کنارے چوڑ دیا تھا۔ گویا پہلے سے انہیں اس عمارت کے بارے میں معلوم تھا۔ سوال یہ ہے کہ انہیں بتانے والا کون ہے۔ بس۔ میں اس کا نام جانتا چاہتا ہوں۔"

"آپ خود سوچیں باس۔ گروہ میں سے ایسی جرات کون کر

سکتا ہے۔"  
 "اور گروہ سے باہر کسی کو ہمارے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ باس نے کہا۔  
 "بات واقعی حیران کن ہے۔ رونق بڑبڑایا۔  
 "ایک منٹ۔ شوکی۔ میں تم لوگوں سے سودا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"جی۔ کیسا سودا؟  
 "تم مجھے صرف یہ بتا دو کہ اس عمارت کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا ہے۔ میں تمہیں رہا کر دیتا ہوں۔  
 "آپ رہا نہیں کریں گے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔  
 "کیا مطلب۔ یہ تم نے کیا کہا: باس نے گھومتے ہوئے کہا۔  
 "میں نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ آپ ہمیں رہا نہیں کریں گے۔ اگر میں یہ کہوں کہ کوئی شخص ہمیں ملا تھا۔ لیکن اس نے اپنا فرضی نام بتایا تھا اور اس عمارت کے بارے میں چنان بین کرنے کا کام سونپا تھا۔ تو اس سے بھلا آپ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

"تمہارا مطلب ہے۔ تم سے کوئی ملا ضرور تھا۔ لیکن اس نے اپنا نام اور پتا فرضی بتایا تھا۔ اس نے بے چین ہو کر کہا۔  
 "یہی سمجھ لیں۔"

”اور وہ کیا چاہتا تھا؟“

”بس۔ اس سے زیادہ ہم سے اور کچھ نہ پوچھیں۔“

”ابھی تو سوالات پوچھنے کا وقت آیا ہے۔“ باس نے

پُر جوش لہجے میں کہا۔

”جی۔ کیا مطلب؟“

”مجھے اب یقین ہو چلا ہے۔ کوئی شخص تم سے ملا تھا۔

اس نے تم لوگوں کو ادھر بھیجا تھا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ تم

اس کا نام نہ بتاؤ۔ بتا دو گے تو بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں

ہو گا۔ کیوں کہ۔ نام اس نے واقعی فرضی بتایا ہو گا۔ لیکن

وہ کام فرضی نہیں بتا سکتا تھا۔“ باس نے پُر جوش انداز میں کہا۔

”لگ۔ کیا مطلب؟ میں نے چونک کر پوچھا۔

”اس نے تمہارے ذمے کیا کام لگایا تھا۔ بس یہ بتا دو۔“

”افسوس! ہم نہیں بتائیں گے۔ چاہے تم ہمارے ساتھ

اشفاق والا سلوک کیوں نہ کرو۔“

”تم لوگ بہت خدی ہو۔ خیر مجھے کیا۔ کل تک اسی طرح

بندھے پڑنے رہو۔ کل ہم فیصلہ کریں گے کہ کیا کیا جائے۔

گو کہ ان لوگوں کو پھر سے باندھ دو۔ اور کمرے میں بند کر دو،

رونق پر بھی اب نظر رکھنے کا کام پھر سے شروع کر دو۔

اب مجھے اس پر اعتماد نہیں رہا۔ یہ لوگ بھی فرار نہ ہونے پائیں۔“

”بہت بہتر باس۔ گو کی بولا۔

”تم تو مجھے باس نہ کہا کرو۔ کتنی مرتبہ منع کیا ہے۔“

”بہت بہتر بھائی جان۔“ گو کی مسکرایا۔

”رونق۔ تم منصوبہ پیش کرنے کے لیے تیار ہو۔“

”بس باس۔ کل رات منصوبہ پیش کر دیا جائے گا۔“

”شکریہ۔ کیا تم ہر طرح سے جائزہ لے چکے ہو؟“

”لے چکا ہوں؛ تاہم میرے پاس ابھی کل تک کا وقت ہے،

کل تک تو میں اس کا کئی مرتبہ اور جائزہ لے چکا ہوں گا۔“

”میں بھی یہی چاہتا ہوں رونق۔ یہ ہماری زندگیوں کا

سب سے بڑا منصوبہ ہو گا۔ اگر ہم پوری طرح کامیاب رہے

تو ہو سکتا ہے۔ ہم اس زندگی سے توبہ کر لیں اور باقی زندگی

شریفانہ گزاریں۔ اس صورت میں تم بھی آزاد ہو گے رونق۔

اور یہ لوگ بھی۔“ اس نے ہماری طرف اشارہ کیا۔

”ہم لوگ کس طرح مسٹر باس؟ آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اگر ہم نے اس زندگی کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تو تم

لوگوں کو بھی یہاں رکھ کر کیا کریں گے۔ جب ہم ہی یہاں

نہیں رہیں گے، اس صورت میں ہمیں تم لوگوں کی طرف سے

کوئی خطرہ بھی تو نہیں رہ جائے گا۔“

گو کی ہمیں پھر باندھنے لگا۔ ہم محسوس کر رہے تھے کہ

وہ بہت ظالماں انداز میں باندھ رہا تھا۔ اس قدر سختی سے تو پہلے ہی نہیں باندھا گیا تھا۔ لیکن ہم کر ہی کیا سکتے تھے۔ ظالموں سے فریاد کرنے کا بھی بھلا کوئی نتیجہ نکلا کرتا ہے۔ ہمیں پھر اسی کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اشفاق اسی طرح بے سندھ پڑا نظر آیا۔ میں نے اسے آوازیں دیں، لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اب تو میں خود بھی یہ الجھن محسوس کر رہا ہوں۔ ایسے میں آفتاب کی آواز سنائی دی۔  
کیسی الجھن؟

یہ کہ۔ وہ کون تھا۔ جو ہمارے پاس آیا تھا؟  
شش۔ شاید۔ اس گروہ سے بھاگا ہوا کوئی ساتھی۔ میں نے دبی آواز میں کہا۔

ادو؟ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔  
اسی وقت دروازہ کھلا۔ ہم نے دیکھا۔ گو کی دروازے میں کھڑا ہمیں عجیب سی نظروں سے گھور رہا تھا۔

## دھت تیرے کی

اب کیا ہے؟ میں نے جل کر کہا۔  
تم نے بہت اچھا خیال پیش کیا ہے۔ اس نے شریر لہجے میں کہا۔

کیا مطلب۔ کون سا خیال؟ میں چونکا۔  
یہ کہ۔ تمہارے پاس آنے والا گروہ کا کوئی بھاگا ہوا ساتھی بھی ہو سکتا ہے۔

ادو۔ تو کیا تم لوگوں کا کوئی ساتھی باغی ہو چکا ہے؟  
نہیں۔ لیکن ہم میں سے تو کوئی باغی ہو سکتا ہے۔  
اس نے کہا۔

کیا مطلب؟ ہم ایک ساتھ بولے۔  
ضرور، ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک باغی ہو گیا ہے۔ وہی جا کر تم سے ملا ہوگا۔  
جی نہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میرے منہ سے نکل

گیا۔

غلط کیسے؟

”وہ۔ وہ۔ میں ہکا کر رہ گیا۔ اب میں اسے یہ کس طرح بتا سکتا تھا کہ اس کا خیال غلط کیوں ہے۔ ویسے بات بالکل سیدھی تھی۔ اگر ہمارے پاس آنے والا شخص گروہ کے ساتھیوں میں سے کوئی تھا۔ تو پھر تو اسے یہاں ہونے والی کارروائی کو جاننے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو خود یہاں موجود ہو گا۔ ہاں۔ یہ کام کسی ایسے آدمی کا واقعی ہو سکتا ہے۔ جو گروہ سے الگ ہو گیا ہو۔“

”کو۔ کو۔ گوکی بولا۔  
”وہ ضرور کوئی ایسا آدمی ہے۔ جس کا تعلق پہلے اس گروہ سے رہا ہو گا۔ بلکہ اس کا کچھ نہ کچھ تعلق اب بھی گروہ سے ہے۔ ورنہ اسے یہ کس طرح معلوم ہو سکتا تھا کہ۔۔۔ میں پھر کہتے کہتے رک گیا۔  
”کو۔ پھر رک گئے تم۔ گوکی نے منہ بنایا۔

اب میں کیسے بتاتا۔ کہ اس کا واقعی کچھ تعلق اب بھی گروہ سے ہے۔ صرف اسی صورت میں تو اسے یہ بات معلوم ہو سکتی تھی کہ کل رات یہاں کوئی خاص منصوبہ پیش ہونے والا ہے۔

”میں کچھ نہیں کر سکتا۔“

”میں بھائی جان سے بات کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے۔ اب وہ یہ اندازہ لگا لیں گے کہ تم لوگوں سے کون شخص آکر ملا ہو گا۔ اس نے کہا اور جانے کے لیے مڑ گیا۔ ہم نے دروازہ بند ہونے کی زور دار آواز سنی۔ اس کے ساتھ ہی اشفاق نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے اس کی آواز سنی:

”مم۔ میں کہاں ہوں؟

”اس عمارت کے قید خانے میں“

”اوہ۔ تو کیا ہم لوگ اب قیدی ہیں؟

”ہاں! مجبوری ہے۔ آفتاب نے کہا۔

”اشفاق۔ تمہارا کیا حال ہے۔ پسلیوں میں کوئی تکلیف

تو نہیں ہے؟ میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

”بہت درد محسوس ہو رہا ہے۔ یوں لگتا ہے۔۔۔ جیسے

ٹوٹ گئی ہوں۔ لیکن آپ میرا فکر نہ کریں۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔“

”یہ کام اتنا آسان نہیں ہے میرے بھائی۔ ہمیں اب

گھنٹوں بندھے۔ ارے مگر نہیں۔ گوکی سے غلطی ہو چکی ہے۔ میں چونکا۔

”کیا مطلب؟

• خاموش۔ کہیں ہماری آواز نہ سن لی جائے۔ ہم اپنے ساتھ اشفاق کو بھی تو کھول چکے تھے۔ لیکن گو کہ اس کے ہاتھ پیر باندھنا بھول گیا۔ اب اشفاق ہمیں کھول سکتا ہے۔ لیکن اشفاق میں ہلنے چلنے کی سکت ہو تب نا۔ اخلاق نے کہا۔

• میں۔ میں کوشش فرود کر سکتا ہوں۔ اشفاق بولا۔  
• تو پھر کر ڈالو میرے بھائی۔ کیوں کہ اس صورت میں وقت بہت مشکل سے گزرے گا۔ دیاں کھل گئیں تو کام آسان ہو جائے گا۔

اشفاق نے اپنی کوشش شروع کر دی۔ اگر اس کے پاس کوئی چاقو ہوتا تو یہ کام چند منٹ میں ہو جاتا، لیکن چونکہ چاقو نہیں تھا اور گرہیں بہت سختی سے لگائی گئی تھیں۔ اس لیے اسے بہت دیر تک کوشش کرنا پڑی۔ کئی بار تو وہ تھک کر الگ ہو گیا، لیکن پھر ہمت کر کے آگے آیا۔ آخر تین گھنٹے بعد وہ میری دیاں کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس طرح میں نے دوسروں کو رسیوں سے نجات دلائی۔ وقت گزارنے کا کام اب پہلے کی نسبت بہت آسان ہو گیا تھا۔ لیکن قید کی صورت میں چوبیس گھنٹے آسانی سے نہیں گزر سکتے تھے۔ یہ ہمیں رسیوں سے آزاد ہونے

کے بعد احساس ہوا۔ لیکن ہم کر ہی کیا سکتے تھے۔ دروازے پر زور آزمائی کرتے تو ان لوگوں کو خبر ہو جاتی اور ہمیں پھر باندھ دیا جاتا اور اس مرتبہ شاید اور طرح باندھا جاتا۔

وقت چوٹی کی چال سے گزرتا رہا۔ آخر ہم نے اندازہ لگایا کہ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ گویا اب اجلاس شروع ہو چکا تھا اور ہمیں اس وقت کی کارروائی اور تصاویر حاصل کرنا تھیں۔ جب کہ ہم اس کمرے میں قید تھے اور باس سے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ وہ ہمیں کارروائی کے وقت اپنے پاس بلا لے گا۔ وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا۔ تین گھنٹے اور گزر گئے۔ آخر ہم نے قدموں کی آواز سنی۔ ہم ساکت ہو گئے۔ دل دھک دھک کرنے لگے۔ پھر دروازہ کھلا۔ دوسرا لمحہ حیران کر دینے کے لیے کافی تھا۔



ہم نے دیکھا۔ دروازے میں فیاض بخاری کھڑا تھا۔  
"مٹر فیاض بخاری۔ آپ۔ اور یہاں۔"  
"ہاں! یہاں اب کوئی نہیں ہے۔ وہ لوگ یہاں سے جا

چکے ہیں۔ انھوں نے یہ ٹھکانا چھوڑ دیا ہے۔ ویسے مجھے  
 آپ لوگوں سے ایسی امید نہیں تھی۔  
 کیسی؟ میرے منہ سے نکلا۔  
 "ایسی کہ تم لوگ قید کر لیے جاؤ گے۔ اور میرا کام نہیں  
 کر سکو گے۔"  
 "اگر ہم آپ کی امید پر پورے نہیں اترے تو آپ  
 اپنی رقم واپس لے لیں۔"  
 "یہ تو خیر کرنا ہوگا۔ آئیے چلیں۔"  
 ہم کمرے سے نکل آئے۔ اشفاق اب کسی حد تک چلنے  
 کے قابل ہو چکا تھا۔ سڑک تک ہمیں پیدل چلنا پڑا۔  
 سڑک پر ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ ہم اس میں کسی نہ کسی طرح  
 لد گئے۔ ڈرائیور نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اسی حالت  
 میں ہم گھر پہنچے۔ اتمی جان اور ابا جان جاگ رہے تھے۔ بلکہ اندر  
 انکل فارانی بھی تھے۔ ہم نے جب دنگ دی تو سب کے  
 سب دروازے پر آ موجود ہوئے۔  
 "اُن شوکی۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟"  
 "ابھی بتاتے ہیں۔ ذرا پہلے اپنے موکل کو تو فارغ کر  
 لیں۔ میں نے کہا۔  
 کیا مطلب؟

"ساری بات ابھی آکر بتاتا ہوں۔"  
 ہم دفتر میں آگئے۔ دروازہ کھول دیا۔ فیاض بخاری  
 بھی اندر آگیا۔  
 "اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"  
 "میں کیا چاہوں گا۔ آپ میرا کام نہیں کر سکے۔ لہذا  
 میری رقم واپس دے دیں۔"  
 "رقم آپ بے شک واپس لے لیں۔ لیکن اگر آپ ہمیں  
 صبح تک کی مہلت دے دیں تو بہتر رہے گا۔ مجھے امید ہے  
 میں صبح تک آپ کا کام کر دوں گا۔"  
 "ناممکن۔ جہلا اب آپ کس طرح کام کر دیں گے۔ اب تو  
 چڑیاں کھیت چگ گئی ہیں۔"  
 "اگر آپ کا خیال یہی ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم آپ کی  
 رقم لا دیتے ہیں۔ میں نے کہا۔  
 "بہتر یہی ہے۔ اس نے فوراً کہا۔  
 "اچھی بات ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔"  
 یہ کہہ کر میں اندر گیا۔ اور اتمی جان سے بولا:  
 "وہ چالیس ہزار دے دیں۔"  
 "کیوں۔ کیا بات ہے۔ اس قدر جلد کسی مسجد کو دینے کی  
 کیا ضرورت پڑ گئی۔ بھئی صبح دے دینا۔"

”سجدہ کو نہیں۔ اپنے موکل کو۔ اس کا خیال ہے کہ ہم  
اس کا کام نہیں کر سکے۔  
”اور تمہارا کیا خیال ہے؟  
”میرا بھی اسی قسم کا خیال ہے۔  
”اچھا۔ ٹھیک ہے۔ رقم لے لو اور اس کا حساب صاف  
کر دو۔  
”اتنی جان سے رقم لے کر میں دفتر میں داخل ہوا اور  
نوٹ میں نے اس کے سامنے رکھ دیے۔ اس نے نوٹ گن  
کر جیب میں رکھے اور بولا:  
”شکریہ۔ میرا ٹیپ ریکارڈر اور کیمرہ بھی دے دو۔  
”وہ کس طرح دے سکتے ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں۔ ہم  
تو وہاں قید کر لیے گئے تھے۔  
”تو کیا۔ انہوں نے آپ لوگوں کی تلاشی بھی لی تھی؟  
”پتا نہیں۔ لی تھی یا نہیں۔ دونوں چیزیں اب ہمارے پاس  
نہیں ہیں۔ آپ ہم سے ان کی بھی قیمت لے لیں۔  
”شکریہ دو ہزار روپے اور دے دیں۔ اس نے مسکرا کر  
کہا۔  
”اچھا! میں بل گیا اور اندر سے دو ہزار روپے اور  
لا کر دے دیے۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا:  
”اچھا بہت بہت شکریہ۔ اس بات کا افسوس رہے گا کہ  
آپ میرا کام نہ کر سکے۔  
”کوئی بات نہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ میں نے کندھے  
اچکا دیے۔  
وہ باہر نکل گیا۔ میں نے فوراً آفتاب اور اخلاق کو  
اشارہ کیا:  
”اس کا تعاقب کرو۔ بہت احتیاط سے۔  
”مشکل ہے۔ آفتاب نے مزہ بنایا۔  
”کیا مشکل ہے؟  
”تعاقب کرنا۔ اس وقت ہمیں ٹیکسی شاید ہی مل سکے گی،  
دوسرے یہ کہ رات کا وقت ہے۔ رات کے وقت تعاقب  
کا فوراً پتا چل جاتا ہے۔  
”اس کے باوجود تعاقب کرو۔ میں نے غرا کر کہا۔  
آفتاب اور اخلاق سہم گئے۔ فوراً اٹھے اور باہر نکل  
گئے۔ میں نے اٹھ کر دفتر کا دروازہ بند کیا اور اندر داخل  
ہوا۔ وہ اشفاق کے گرد جمع تھے اور اشفاق بستر پر بیٹھا تھا،  
”میں ڈاکٹر کو فون کر چکا ہوں۔ آبا جان بولے۔  
”آپ نے اچھا کیا۔

”ہاں! اب بتاؤ۔ معاملہ کیا ہے؟“  
 ”حالات اور واقعات جس طرح پیش آئے۔ میں بتا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے واقعات دہرا دیے، پھر یوسف طاہر کو ساتھ لے کر گھر سے نکل آیا۔“

”اب کہاں؟“  
 ”اپنی ٹیکسی نہیں لائیں گے کیا؟ میں مسکرا دیا۔“  
 ”اوہ ہاں! اس کو تو میں جھول ہی گیا۔“

”اس بار آپ کو بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ آپ کے گھروالے بھی بہت پریشان ہوں گے۔“

”نہیں۔ انہیں تو معلوم بھی نہیں ہو گا۔ وہ بولا۔“  
 ”کیا مطلب؟“

”میرے بیوی بچے اپنے نانا کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔“  
 ”اوہ۔ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ خیر آئیے۔“

ہم نے ایک ٹیکسی پکڑی۔ اور پھر جنگل میں پہنچے۔ ٹیکسی کو تلاش کرنے میں کافی دیر لگی، پھر ہم نے دوسرے ٹیکسی ڈرائیور کو فارغ کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد یوسف طاہر نے کہا:

”کیا اب ہم چلیں؟“  
 ”ایک تھوڑا سا کام اور ہے۔ اگر آپ اجازت دے دیں؟“

”تھوڑا سا کام۔ کیا مطلب؟“  
 ”میں ذرا اس عمارت تک جاؤں گا۔“  
 ”لیکن۔ اب وہاں جا کر کیا کریں گے۔ کہیں پھر نہ پھنس جائیں۔“

”آپ یہیں ٹھہریں۔ اور ادمر ادمر کہیں چھپ جائیں۔ بلکہ ٹیکسی کو بھی ادمر ادمر کر دیں۔ میں آدھ گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔“  
 ”کیا اس عمارت تک جانا بہت ضروری ہے؟“  
 ”ہاں! بہت ضروری ہے۔ دو ہفتہ آگے۔ میں نے کہا۔“  
 ”تب پھر مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔“

”نہیں۔ اس طرح ہم دونوں پھنس سکتے ہیں۔ تنہا جانے کی صورت میں ایک پھنسے گا۔ دوسرا اس کی مدد کر سکتا ہے۔“  
 ”میں نے کہا اور پتلی سڑک پر اتر گیا۔“

میں سڑک پر ہی چلتا رہا۔ چھپ کر جانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اگر عمارت میں گوک اور رونق تھے۔ تو میں ان کی نظروں سے بچ کر عمارت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ نہیں تھے تو بات ہی اور تھی۔ آخر میں دروازے تک پہنچ گیا۔ کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ میں نے دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ مکان واقعی خالی پڑا تھا۔ شاید باس اور اس

کے ساتھی اس مکانے کو چھوڑ چکے تھے۔ میں نے چند منٹ مکان کے اندر صرف کیے اور پھر باہر آگیا۔

جونہی میں سڑک پر پہنچا۔ یوسف طاہر میرے نزدیک آگیا اور پھر ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

”کیا وہاں کوئی تھا؟“  
”نہیں۔“

”پھر آپ نے وہاں کیا کیا؟“  
”بس تلاشی لی۔ کہ شاید کوئی کام کی چیز ہاتھ لگ جائے۔“

”پھر کام کی کوئی چیز ہاتھ لگی؟“  
”لگ بھی گئی اور نہیں بھی لگی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟ اس نے حیران ہو کر کہا۔“  
”پھر بتاؤں گا۔ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔“

”ہم گھر پہنچے تو آفتاب اور اخلاق واپس آچکے تھے۔ میں نے یوسف طاہر کو اس کا کرایہ اور کچھ رقم زائد دے کر رخصت کیا اور ان کی طرف مڑا۔“

”ہاں بھئی۔ کیا رہا؟“

”آپ کہاں گئے تھے؟“

”یوسف طاہر کی ٹیکسی وہیں رہ گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ میں اس عمارت کا بھی جائزہ لینا چاہتا تھا۔“

”ان لوگوں نے ہماری تلاشی نہیں لی تھی۔ پھر وہ ٹیب ریکارڈر اور کیمرہ کہاں گئے؟ آفتاب بولا۔“

”میں تم سے الجھ کر گرا بھی تو تھا۔ اس وقت کہیں ادھر ادھر ہو گئے ہوں گے۔ ان کی بات چھوڑو۔ تعاقب کی بات کرو۔ اس وقت اہمیت اس کی ہے۔“

”ہم نے اس کا کامیاب تعاقب کیا۔ وہ ہوٹل زمبورا میں داخل ہوا ہے۔“

”اور اس کے ہوٹل میں داخل ہونے کے بعد تم واپس آ گئے۔ میں نے جتنا کر کہا۔“

”تو ہم اور کیا کرتے؟ اخلاق بولا۔“

”تم نے غلطی کی۔ وہیں ٹھہرنا چاہیے تھا۔ اب شاید ہم اسے نہ پا سکیں۔“

”واقعی۔ ہم سے غلطی ہوئی۔ پھر کیا خیال ہے۔ اب چلیں ہوٹل۔“

”ہاں! جانا ہی ہو گا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

ایک ٹیکسی لے کر ہم ہوٹل زمبورا پہنچے۔ ہوٹل میں اس وقت اتو بول رہے تھے، کیونکہ رات کا ایک بج رہا تھا؛

تاہم کاؤنٹر پر ایک آدمی بیٹھا اونگھ رہا تھا، السلام علیکم۔ میں نے نزدیک جا کر کہا۔

”وہ۔۔۔ علیکم السلام۔ فرمائیے۔ وہ سیدھا ہو گیا۔“

”ہمیں فیاض بخاری صاحب سے ملنا ہے۔“

”صبح آئیے گا۔ یہ بھی کوئی ملاقات کا وقت ہے۔“

”انہیں ایک بہت اہم پیغام دینا ہے۔ اتنا اہم کہ ہم میں

ایک اختلاف نہیں کر سکتے۔“

”کیا نام بتایا؟ اس نے منہ بنا کر کہا۔“

”فیاض بخاری۔“ میں نے فوراً کہا۔

”کمرے کا نمبر؟ اس نے پوچھا۔“

”پتا نہیں۔ میں نے انکار میں سر ہلایا۔“

”پتا نہیں۔ تو پھر مجھے کیسے پتا لگے گا؟“

”رجسٹر دیکھ کر۔“

”میں آپ کا ملازم نہیں ہوں۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر ہم فیاض بخاری کو بتا دیں گے کہ

ہم وہ ضروری پیغام دینے کے لیے رات کے ایک بجے آئے تھے۔“

کمرے کا نمبر ہمیں معلوم نہیں تھا اور کاؤنٹر کلرک صاحب نے

کمرے کا نمبر معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر وہ ہوٹل

کے مینجر سے خود ہی بات کر لیں گے۔ آدھی چلیں۔ یہ کہہ کر

میں مڑا۔

”اے۔۔۔ ٹھہرو۔ وہ چلا یا۔“

”جی فرمائیے۔“

”لو۔ تم خود رجسٹر میں دیکھ لو۔ کمرے کا نمبر نظر آ جائے تو

مجھے بتا دینا۔ میں تمہیں اوپر بھجوا دوں گا۔“

”بہت بہت شکریہ۔“

ہم رجسٹر دیکھنے لگے، لیکن مسافروں میں فیاض بخاری کا نام

کیس بھی نظر نہیں آیا۔

”حیرت ہے۔ اس میں تو فیاض بخاری صاحب کا نام ہے ہی

نہیں۔“

”تب وہ کسی اور ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔ اس

نے منہ بنا کر کہا۔“

”جی نہیں۔ وہ بالکل یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ارے ہاں۔“

ہم تو بھول ہی گئے۔ آفتاب نے چونک کر کہا۔

”کیا بھول گئے؟ میں نے اسے گھورا۔“

”فیاض بخاری صاحب۔ عام طور پر ہوٹلوں میں اپنے اصلی

نام سے نہیں ٹھہرتے۔ وہ ضرور یہاں فرضی نام سے ٹھہرے ہوں

گے۔ دیکھیے جناب۔ عام طور پر وہ رات کو دیر سے ہوٹل

میں آتے ہیں۔ شاید آج بھی ایسا ہوا ہو۔ تھوڑی دیر پہلے

ہی وہ آئے ہوں گے۔ وہ درمیانے قد کے بھاری بھر کم سے

آدمی ہیں۔ رنگ سانولا ہے۔“

”دعت تیرے کی۔ تم لوگ تو رضوانی صاحب کی بات کر رہے ہو جاؤ۔ وہ کمرہ نمبر ۲۲ میں رہتے ہیں۔“  
 ”کیا کہا آپ نے؟ میں نے چونک کر کہا۔“  
 ”رضوانی صاحب۔ کمرہ نمبر ۲۲۔ اس نے غرا کر کہا۔“  
 ”نہیں۔ میرا مطلب ہے۔ اس سے پہلے آپ نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا۔“

”اس سے پہلے۔ میں نے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔“

”آپ بھول گئے۔ آپ نے دعت تیرے کی کہا تھا۔“  
 ”اوہ۔ اوہ۔ وہ تو میں ایسے ہی کہہ دیتا ہوں۔ اس کے لہجے میں قدرے حیرت تھی۔“

”لیکن آپ کو نہیں معلوم۔ اس سے ہمارا ایک خاص تعلق ہے۔“

”میں نے کہا اور اُگے بڑھ گیا۔ آفتاب اور اخلاق میرے پیچھے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کمرہ نمبر ۲۲ تک پہنچ گئے۔“

## جنوبی سڑک

میں نے ایک نظر دائیں بائیں ڈالی، پھر دروازے پر دستک دی، فوراً ہی اندر سے کہا گیا:

”کون؟“  
 ”آواز سننے ہی ہم نے جان لیا کہ بولنے والا فیاض بخاری کے سوا کوئی نہیں۔“

”دروازہ کھولے۔ جلدی۔ میں نے آواز بدل کر کہا۔“  
 قدموں کی آواز سنائی دی، پھر دروازہ کھلا اور ہم نے فیاض بخاری کو دیکھا، ادھر اس نے ہماری طرف دیکھا اور دھک سے رو گیا۔“

”آ۔ آ۔ آپ۔ یہ۔ آپ لوگ ہیں۔“  
 ”ہاں! کیا کیا جائے، مجبوری ہے، ہم ہی ہیں۔“  
 ”کیا مطلب۔ ہم ہی ہیں۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔“  
 ”جی ہاں! ہم وہی ہیں۔ جن سے آپ ان کے دفتر میں

مٹے تھے اور ایک معاملہ طے کیا تھا؟  
 "لیکن آپ لوگ یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟ اس کے لیے  
 میں اب بھی بلا کی حیرت تھی۔

"جی وہ۔ دراصل ہم جاسوس قسم کے لوگ ہیں نا۔ بس  
 اس لیے پہنچ گئے۔"  
 "لیکن کیوں۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس نے تیز آواز  
 میں کہا۔

"جی۔ کس کی؟ آفتاب نے پوچھا۔

"یہاں آنے کی۔ مجھے تلاش کرنے کی۔"

"چند ضروری باتیں۔ جو رہ گئی ہیں۔ ہم اب کرنا  
 چاہتے ہیں۔"

"لیکن میرے خیال میں تو کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی۔  
 معاملہ تو ختم ہو چکا ہے۔"

"ہمارا خیال اس کے بالکل الٹ ہے۔ معاملہ تو دراصل  
 اب شروع ہوا ہے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اس نے منہ بنایا۔

"کم از کم ہم دروازے پر کھڑے رہ کر تو نہیں بتا سکتے؟  
 "ہوں خیر۔ آپ اندر آ سکتے ہیں۔ اس نے گویا مجبور  
 ہو کر کہا۔"

ہم کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس نے دروازہ اندر سے  
 بند کر دیا۔ ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ  
 خود سہری کے سہرے پر ٹنگ گیا:  
 "جی فرمائیے۔"

"آپ نے ہم سے ایک معاملہ طے کیا تھا۔ ہمیں چالیس  
 ہزار روپے فیس بھی ادا کی تھی۔"

"آپ لوگ تو اس طرح کر رہے ہیں۔ جیسے یہ بہت  
 مدت کی بات ہو، جب کہ یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے کی بات  
 ہے۔ اس نے جھٹکا کر کہا۔

"ہاں! آپ کے خیال کے مطابق ہم آپ کا کام نہیں کر  
 سکے۔ لہذا آپ نے اپنی فیس واپس لے لی۔"

"تو اور کیا کرتا۔ ارے۔ آپ نے کیا کہا۔ میرے خیال  
 کے مطابق۔ تو کیا اپنے خیال کے مطابق آپ ناکام نہیں رہے؟  
 "ہاں یہی بات ہے۔ ہم سو فیصد کامیاب رہے ہیں اور  
 آپ کو یہ بتا سکتے ہیں کہ عمارت میں کیا طے ہوا تھا۔ اور  
 ثبوت بھی مہیا کر سکتے ہیں۔"

"لیکن کیسے۔ ٹیپ ریکارڈر اور کیمرہ تو آپ کام میں لا  
 ہی نہیں سکے تھے۔ اور دونوں چیزیں آپ کے پاس رہی بھی  
 نہیں تھیں۔"

”میں اتنی رقم نہیں دے سکتا۔ بلکہ اب تو میرا خیال ہے،  
میں چالیس ہزار بھی نہیں دے سکوں گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے،  
آپ لوگ کوئی چکر چلانے کے چکر میں ہوں۔ اس نے جلدی  
جلدی کہا۔

”شکریہ۔ یہ آپ کا خیال ہے۔ ہمارا نہیں۔ بہر حال اگر آپ  
کو یہ سودا منظور نہیں تو ہم چلتے ہیں۔“  
”شکریہ۔ شوق سے تشریف لے جائیں۔ اس نے کندھے  
اچکائے۔

”لیکن جانے سے پہلے ہم آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتے  
ہیں۔ اور وہ یہ کہ اس گروہ کے بارے میں آپ کو کس طرح  
معلوم ہو گیا۔ آپ کا آخر اس گروہ سے کیا تعلق ہے؟“  
”میرا کیا تعلق ہوتا۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ اس نے جتنا  
کر کہا۔

”مطلب یہ کہ آپ بتانا نہیں چاہتے۔“  
”بتانے کی کوئی بات بھی تو ہو۔ اس نے جل کر کہا۔  
”او بھئی چلیں۔ انہیں ہماری معلومات کی ضرورت نہیں۔  
جس کو ضرورت ہو گی، ہم اس کے ہاتھ نیچیں گے۔ تاکہ  
کچھ معقول رقم بھی ہاتھ لگے۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔  
”جائیے جائیے۔ اس نے ہاتھ ہلایا۔

”اس بات کو چھوڑیں۔ اگر دونوں چیزیں ہمارے پاس نہیں  
رہی تھیں تو ہم نے بھی تو آپ کو ان کی قیمت ادا کر دی  
تھی۔ آپ یہ بتائیں۔ اب وہاں ہونے والی کارروائی کتنے میں  
خریدتے ہیں؟

”میں جانتا ہوں۔ آپ کے پاس کوئی اطلاع نہیں ہے۔  
بس ایسے ہی کہ رہے ہیں۔ یا پھر شاید مجھے ٹھگنے کا ارادہ ہے۔  
ہم ٹھگ نہیں ہیں۔ ٹھگ ہوتے تو کبھی آپ کے چالیس  
ہزار آپ کو واپس نہ ملتے۔ آفتاب نے برا مان کر کہا۔

”اچھا نہیں ہوں گے۔ میں اب بھی چالیس ہزار میں وہ  
معلومات حاصل کرنے پر تیار ہوں۔ لیکن ہو بالکل سچی رپورٹ،  
فرضی نہ ہو۔ اس نے کہا۔

”ثبوت ساتھ دیں گے۔ لیکن اب قیمت چالیس نہیں۔ اتنی  
ہزار ہو گی۔“

”کیا مطلب؟“  
”اگر سودا منظور ہو تو بتا دیں۔ ہم صبح ہونے سے پہلے  
پہلے ثبوت کے ساتھ آپ کو رپورٹ لا دیں گے۔“

”میں حیران ہوں۔ آخر آپ کس طرح یہ کام کریں گے؟“  
”اس بات کو چھوڑیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ سودے کی  
بات کریں۔“

ہم بُرے بُرے منہ بناتے باہر نکل آئے۔ اس نے زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کر لیا :

"پہلے تو یہ شخص اس قدر بے چین تھا کہ چالیس ہزار فوراً ادا کر دیے تھے۔ اور اب سیدھے منہ بات بھی نہیں کی اس نے۔ آفتاب نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"دراصل اس کا خیال ہے کہ اب ہم اسے لوٹنے کی کوشش میں ہیں۔ اور ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور بات ہے بھی یہی۔ کیوں بھائی جان۔ ٹھیک ہے نا۔" کم از کم ہم اسے ٹھگنے کا ارادہ تو رکھتے نہیں۔ ہاں یہ ضرور جاننے کے خواہش مند ہیں کہ اس کا گروہ سے کیا تعلق ہے۔ اور یہ کہ گروہ کی سرگرمیوں کا اسے کس طرح پتا ہے۔

"اللہ ہی جانے۔ کیا چکر ہے۔ گروہ بھی تو غائب ہے۔" ہمیں بہت محنت کرنا ہوگی۔ راز ہم ضرور معلوم کر سکتے ہیں؟ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"محنت۔ کیا مطلب؟ اخلاق بولا۔

"محنت کا مطلب محنت ہی ہوتا ہے۔" آفتاب بولا۔

"ہم سب سے پہلے انکل کا شان سے ملیں گے۔ آج کل وہ رات کی ڈیوٹی پر ہیں۔"

انکل کا شان نے گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا :

"ضرور کسی کام سے آئے ہو گے۔ بغیر کام کے تو تم آنے سے رہے۔ ان کے لہجے میں شکایت تھی۔

"آپ کا خیال۔ ٹھیک ہی ہے۔ ویسے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب جب بھی آپ کے پاس آئے۔ بغیر کسی کام کے آئیں گے۔" میں نے کہا۔

"چلو مان لیا۔ اب کام کی بات کرو۔"

"شہر میں جرائم پیشہ لوگوں کا ایک گروہ موجود ہے۔ جو بہت نئی وارداتیں کرتا ہے۔ اس کی وارداتیں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہوتی ہیں۔ اس لیے شاید وہ آج تک پکڑا نہیں گیا۔" غالباً تم ستارہ گروپ کی بات کر رہے ہو؟

"ہم نہیں جانتے۔ اس گروہ کا نام کیا ہے۔ ویسے ستارہ گروپ کی کیا تعریف ہے انکل؟ میں نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ گروپ آج تک پکڑا نہیں گیا۔ ایک روز اس کے ایک آدمی کی لاش ضرور ملی تھی۔"

"لگ۔ کیا مطلب؟ ہم چونک اٹھے۔

"ایک صبح شہر سے باہر جانے والی جنوبی سڑک پر ایک لاش ملی تھی۔ اس کے ہائیں کندھے پر ایک ستارہ بنا ہوا تھا۔ بس اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ ستارہ گروپ کا

”جنوبی سڑک پر ہی ایک جگہ۔“

”اوہ۔ جنوبی سڑک۔ ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔  
”جی ہاں! شاید ہم آپ کو کئی حیرت انگیز باتیں بتا سکیں،  
لیکن ابھی نہیں۔ ٹھہر کر۔“

”اچھی بات ہے۔ میں اب کچھ نہیں بولوں گا۔ تم پہلے  
فائل دیکھ لو۔“

ہم فائل کی ورق گردانی کرنے لگے۔ ستارہ گروپ نے  
جب بھی کوئی واردات کی۔ جائے واردات پر پتیل کا ایک  
ستارہ ضرور پڑا پایا گیا۔ یہ گروپ ہمیشہ لمبے ہاتھ مارتا رہا  
تھا۔ بہت بڑی بڑی وارداتیں۔ پھر ہمیں فائل میں اس  
آدمی کی تصویر نظر آئی۔ جس کی لاش پڑی ملی تھی۔ ہم کافی  
دیر تک اس تصویر کو بغور دیکھتے رہے۔ پھر اخبارات میں اس  
کے بارے میں شائع ہونے والی خبریں پڑھتے رہے۔ لاش بعد  
میں اس کی بیوی کے حوالے کر دی گئی تھی۔ لیکن گھر سے نقدی  
اور زیورات وغیرہ کی صورت میں کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ انہوں  
نے اس کی بیوی کا پتا نوٹ کیا۔ اس کا نام بھی لکھ لیا اور  
اٹھ کھڑے ہوئے:

”انکل۔ ابھی اس فائل اور ان اخبارات کو اندر نہ رکھوائیں،  
شاید ہمیں پھر بھی ضرورت پڑے۔“

آدمی ہے۔“

”کیا یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی؟ میں نے پوچھا۔  
”بالکل۔ فائل میں وہ اخبارات بھی لگے ہوں گے۔“  
”تب پھر انکل۔ وہ فائل ہی ہمیں نکلو دیں۔“  
”لیکن چکر کیا ہے؟ وہ بولے۔“

”چکر بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے فائل نکلو دیں۔ اور جن  
دفنوں اس کی لاش ملی تھی۔ ان تاریخوں کے آس پاس کے  
اخبارات بھی نکلو دیں۔“

”اچھی بات ہے۔ انہوں نے قدرے حیران ہو کر کہا۔“

تھوڑی دیر بعد فائل ہمارے سامنے رکھ دی گئی۔ اور ہم  
تینوں اس میں ڈوب گئے۔ ایسے میں انکل کی آواز ابھری:  
”ارے۔ آج تمہارے ساتھ اشفاق نظر نہیں آ رہا۔“

”وہ بے چارہ اس وقت بہت تکلیف میں ہے۔ ستارہ  
گروپ کے پاس نے اس کے سینے پر اپنا ایک پیر۔ جوتے  
سمیت رکھ کر پورا دباؤ ڈال دیا تھا۔“  
”نن۔ نہیں۔ انکل کا پ آٹھے۔“

”جی ہاں انکل۔ بالکل یہی بات ہے۔“

”اوہ۔ مم۔ مگر۔ ستارہ گروپ سے تمہاری ملاقات کہاں ہو  
گئی؟“

۸۲  
"اچھی بات ہے۔ انہوں نے کہا۔

ہم نے مرنے والے کے گھر کے دروازے دھک دی تو  
ایک عورت نے دروازہ کھولا:

"اکرم خان یہیں رہتے ہیں؟

"رہتے تھے کبھی۔ اس نے سر د آہ بھری۔

"ہیں میرے منہ سے نکل گیا۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا  
کہ یہیں رہتے تھے۔

"ہاں! اس نے کہا۔

"اور آپ ان کی بیوہ ہیں؟

"ہاں! اس نے کہا۔

"کیا آپ کو معلوم تھا۔ کہ وہ ایک جرائم پیشہ گروپ کے  
ممبر تھے۔

"نہیں۔ معلوم ہوتا بھی کیسے۔ یہاں تو وہ کبھی کوئی بڑی  
رقم لے کر نہیں آئے۔ پتا نہیں۔ اس جرائم پیشہ زندگی سے  
انہیں کیا ملتا تھا۔ کیوں وہ یہ کام کرتے تھے۔ میرے گھر میں  
تو اکثر فاقوں کی نوبت رہتی تھی۔

"تب پھر۔ ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے حصے کی دولت کہیں اور  
دکھتے ہوں اور اس کی آپ کو ہوا بھی نہ لگنے دیتے ہوں۔  
"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔ عورت نے کہا۔

"کیا وہ کہیں کوئی کام نہیں کرتے تھے؟

"مجھے تو انہوں نے یہی بتا رکھا تھا کہ ایک کارخانے میں  
ملازم ہیں۔ جہاں رات کی ڈیوٹی ہے ان کی۔ لہذا وہ رات  
کو گھر سے باہر رہتے تھے اور دن کے وقت گھر میں سوتے  
تھے۔ مہینے کے بعد دو ہزار روپے لا کر میرے ہاتھ میں  
رکھ دیتے تھے کہ یہ تنخواہ ہے۔ میں ان سے سارے گھر  
کا خرچ چلاتی تھی۔

"اور یہ ان کے مرنے کے بعد پتا چلا کہ دراصل وہ ایک  
جرائم پیشہ گروہ میں شامل تھے۔

"یہ پولیس والوں کا بیان ہے۔ مجھے آج تک اس بات  
پر یقین نہیں آیا۔

"انہیں کس نے ہلاک کیا تھا۔ یہ بات بھی آج تک معلوم  
نہیں ہو سکی۔ میں بولا۔

"مگر وہ والوں نے ہی مارا ہوگا۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔  
"ہوں۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ آپ کے پاس ان  
کی کچھ تصاویر تو ہوں گی۔

"ہاں کیوں نہیں۔ کئی تصاویر ہیں۔ کیا دیکھنا چاہتے

ہیں؟

"ہاں! بہت مہربانی ہوگی۔"

”آپ لوگ ہیں کون۔ اور ان کی موت کے چھ ماہ بعد کیوں ان میں دلچسپی لے رہے ہیں؟“

”دلچسپی لینے کی ایک وجہ ہے۔ ہم دراصل اس گروپ کا سراخ لگانا چاہتے ہیں۔“

”تو پھر۔ اس سلسلے میں بھلا میرے شوہر کی تصاویر کیا کام دیں گی۔“

”آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اور تصاویر دکھائیں۔ میں نے کہا۔“

”اچھی بات ہے۔“ اس نے کہا، پھر انھیں اندر لے آئی۔ ایک کمرے میں بٹھا کر وہ چلی گئی۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک البم تھا۔ ہم نے اکرم خان کی تصاویر کو غور سے دیکھا، پھر ایک بالکل صاف تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا:

”اگر اجازت ہو تو ایک دو روز کے لیے ہم یہ تصویر اپنے پاس رکھ لیں۔“

”مفرد۔ کیوں نہیں۔“ اس نے کہا۔

”اور میں نے تصویر نکال کر جیب میں رکھ لی۔ پھر ہمیں کاٹھکے ادا کر کے باہر آگئے۔“

”آخر ہم کیا معلوم کرتے پھر رہے ہیں؟“

”پتا نہیں۔ ہم بس کیس پر کام کر رہے ہیں۔ کیا کام کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم نہیں۔ اب تک ہمیں یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ ہمارا موکل۔ جو کہ اب موکل نہیں ہے۔ یعنی فیاض بخاری دراصل ایک جرائم پیشہ گروپ کے ایک منصوبے کی پوری کارروائی جاننے کا خواہش مند تھا۔ اسے یہ کس طرح معلوم ہوا کہ گروپ کا ٹھکانا کہاں ہے۔ یا میٹنگ کب ہوگی، منصوبہ کب طے کیا جائے گا۔ یہ باتیں اس نے کس طرح معلوم کر لیں۔ ابھی تک ہم نہیں جان سکے۔ یہ ایک راز ہے۔ بہر حال اس نے اس کام کے لیے ہماری خدمات حاصل کیں۔ لیکن ہم اس کے خیال کے مطابق اس کا کام نہیں کر سکے اور اس نے اپنی رقم واپس لے لی۔ لیکن ادھر وہ گروپ خائب ہو گیا۔ ہم نے فیاض بخاری کا عارضی پتا معلوم کر لیا۔ لیکن اس سے کچھ معلوم نہیں کر سکے۔ پھر ہم نے انکل کا شان سے رابطہ قائم کیا۔ ان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شہر میں ستارہ گروپ کام کر رہا ہے۔ اور یہ کہ چھ ماہ پہلے اس گروپ کے ایک آدمی کی لاش جنوبی سڑک پر ملی تھی۔ یہ وہی سڑک ہے جس پر آگے چل کر گروپ کا اڈا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ گروپ

مستقبل قریب میں۔ یعنی بہت جلد کیا کام کرنے والا ہے۔ اور فیاض بخاری اس بارے میں معلومات کیوں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ معلومات حاصل کر کے وہ کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ گروپ اب کہاں ہے۔ اس کا منصوبہ کیا ہے۔ ہم اس کو اپنے ارادوں میں ناکام کس طرح بنا سکتے ہیں۔ یہ ہیں سوالات اور کام جو ہمیں کرنا ہیں۔ اب تم لوگ کیا کہتے ہو؟

”پہلی بات تو یہ کہ ہمیں انکل کاشان سے کڑ کر فیاض بخاری کی نگرانی کرانا چاہیے۔ ضرور اسے کوئی اہم بات معلوم ہے۔ اور وہ آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ کیا خیال ہے؟“

”نیل تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ اخلاق نے فوراً کہا۔“

”اور میں بھی۔ لہذا ہم ایک بار پھر انکل کی طرف چلتے ہیں۔ اور ہاں فائل اور اخبارات کا ایک بار پھر جائزہ لیں گے۔ میں نے فیصلہ کن لمحے میں کہا۔“

اس قدر جلد انکل کاشان ہمیں دوبارہ دیکھ کر حیران ہونے بغیر نہ رہ سکے۔

”خیریت۔ بہت جلد واپس آ گئے۔“

”جی بس۔ کیا کریں۔ مجبوری ہے۔ میں نے کندھے اچکائے۔“

”ضرور کسی گھرے پکر میں ہو۔“

”جی ہاں! یہ تو ہے۔ آپ سے بھی ایک کام ہے۔“

”ہاں کہو۔“

”ہوٹل زمبورا کے کمرہ نمبر ۳۲ میں ایک صاحب رضوانی نام کے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ان کی نگرانی ہر وقت کرانی ہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے۔ تارہ گروپ آپ کے ہاتھوں گرفتار ہونے والا ہو۔“

”ادہو۔ اچھا۔ یہ بات ہے۔ وہ چونکے۔“

”جی ہاں!“

”تب تو میری عیش ہو جائے گی۔ آفسر مجھ سے بہت خوش ہو جائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے۔ مجھے کوئی بڑا انعام بھی مل جائے۔“

”چلیے۔ ہمارے لیے یہ بھی خوشی کی بات ہو گی۔ آپ فوراً دو آدمی اس کی نگرانی پر لگا دیں۔ اور جیب بھی ان کے پاس ہو تاکہ ضرورت پڑنے پر تعاقب کر سکیں۔“

”اچھی بات ہے۔ تم فکر نہ کرو۔“

وہ فون کرنے لگے اور ہم فائل اور اخبارات میں گم ہو گئے۔ میں ایک اخبار میں اکرم خان کے قتل کی خبر پڑنے لگا۔ اس اخبار نے کچھ زیادہ ہی تفصیل دی تھی۔ خوب

دونوں بلند آواز میں خبر پڑھنے لگے۔ خبر یہ تھی :  
 ذمہ دار ہوٹل کا ایک بھائی گم ہو گیا۔  
 ذمہ دار ہوٹل کا ایک بھائی جس کا نام خالد بھائی ہے،  
 رات کی ڈیوٹی دینے کے لیے گھر سے نکلا، لیکن ہوٹل  
 نہیں پہنچا۔ ہوٹل والوں نے اس کے گھر پتا کرایا  
 تو معلوم ہوا کہ وہ تو گھر سے ہوٹل کے لیے روانہ  
 ہو چکا ہے۔ اس کے بعد بیرے کی تلاش شروع  
 ہوئی۔ لیکن بھائی کیس نہ ملا۔ پولیس میں رپورٹ درج  
 کرا دی گئی ہے۔

نیک مرچ لگا کر خبر لگائی گئی تھی۔ میں خبر کو غور سے پڑھا  
 پلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا ایک ایک لفظ پڑھ ڈالا۔  
 پھر سوچ میں گم ہو گیا۔ اس خبر کے نیچے چھوٹی سی ایک لڑکی  
 خبر تھی۔ میں نے بے خیالی میں اس خبر کو بھی پڑھا۔ پہلے تو  
 مجھے اس خبر میں کوئی خاص بات محسوس نہ ہوئی، لیکن ہم  
 اچانک مجھے ایک زوردار خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔  
 "اوہ! میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔  
 کیا ہوا بھائی جان؟ آفتاب اور اخلاق ایک ساتھ بولے۔  
 "لگ۔ کچھ نہیں۔ ایک چھوٹی سی خبر پڑھی ہے۔ تو تم  
 بھی پڑھ لو۔  
 میں نے خبر ان کے سامنے کر دی۔ انہوں نے پڑھا اور  
 پھر میری طرف دیکھا،  
 "اس میں کیا خاص بات ہے؟  
 "اں! پہلے مجھے بھی کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی  
 تھی۔ لیکن پھر اچانک ایک خاص بات نظر آ گئی۔  
 "لیکن ہمیں تو اب بھی کوئی ایسی بات محسوس نہیں ہوئی  
 "اس میں میرا کیا قصور؟ میں نے منہ بنایا۔  
 "گویا آپ نہیں بتائیں گے؟  
 "نہیں بھئی۔ خبر تمہارے سامنے ہے۔ پڑھ لو۔"

”افسوس! اس بے چارے کا آج تک کوئی پتا نہیں چل سکا۔ لوگوں کا خیال ہے۔ بیگار کیپوں والے اسے اغوا کر کے لے گئے۔“

”اوہ! ہمارے منہ سے نکلا۔“

”کیا ہر طرف تلاش کر لیا گیا؟“

”ہاں بالکل۔ لیکن افسوس ناک کردار پولیس کا ہے۔ اس

نے تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔“

”ہمارے ملک کی پولیس ایسے کام نہیں کرتی۔ میں نے

منہ بنایا۔“

”ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔“

”خالد بھائی کے گھر کا پتا تو بتا ہی سکتے ہیں آپ؟“

”ہاں کیوں نہیں؟ اس نے کہا اور رجسٹر کھول کر دیکھنے

لگا، پھر بولا:

”۱۹۔ دیوان سٹریٹ۔ بہاول روڈ۔“

”شکریہ۔ سٹریٹ فیاض بخاری تو اوپر ہی ہوں گے؟“

”نہیں۔ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔“

”شکریہ۔ آؤ بھی چلیں۔“

ہم بہاول روڈ پہنچے۔ دیوان سٹریٹ میں مکان نمبر ۱۹ فوراً مل گیا۔ میں نے دنگ دی۔ پتلا دبلا ایک آدمی باہر

## خوف

میں ہوٹل کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر ساؤنڈ کلرک چونک اٹھا:

”تم۔ تم۔ تو وہی ہو۔ اس نے بے ساختہ کہا۔“

”ہاں! ہیں۔ تو ہم وہی۔ آپ اس وقت بھی ڈیوٹی پر

نظر آ رہے ہیں۔ کیا آپ دن رات ڈیوٹی دیتے ہیں؟“

”نہیں۔ میری جگہ اب دوسرا آدمی آنے والا ہے۔ اب

میری چٹی ہو جائے گی۔“

”فہ میرا ملا تھا یا نہیں؟“

”کون سا؟ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔“

”چھ ماہ پہلے ایک بیراگم نہیں ہو گیا تھا ہوٹل کا۔“

”خالد بھائی کی بات کر رہے ہیں؟ اس کے لہجے میں

حیرت تھی۔“

”ہاں بالکل۔“

”ہمیں سڑ خالہ بھائی سے ملنا ہے۔“ میں نے کہا۔  
 ”جی۔ کیا کہا۔“

”خالہ بھائی یہیں رہتے ہیں نا؟“  
 ”ہاں! رہتے تو ہیں۔ لیکن ان دنوں نہیں رہتے۔ ان دنوں وہ نہ جانے کہاں رہتے ہیں۔“ اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔  
 ”جی کیا مطلب؟ میں نے چونک کر کہا، اگرچہ جانتا تھا۔“  
 ”انہیں کسی نے اغوا کر لیا ہے۔ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔“

”اغوا ہونے سے پہلے وہ کچھ پریشان تو نہیں تھے؟“  
 ”پریشان۔ اس نے چونک کر کہا۔  
 ”کیا وہ آپ کے بھائی ہیں؟“  
 ”ہاں! بڑے بھائی۔“  
 ”ان کے بیوی بچے بھی ہیں؟“  
 ”ہاں۔ بالکل!“

”آپ بھی ذہن پر زور ڈالیں اور ان کی بیوی سے بھی پوچھیں۔ کیا وہ گم ہونے سے پہلے کچھ پریشان تھے؟“  
 ”آپ یہ بات کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں؟“  
 ”ہم دراصل ان کی تلاش میں ہیں۔ اور ہو سکتا ہے“

”انہیں ڈھونڈ نکالیں۔“

”آپ کی تعریف۔“

”جی بس۔ ہماری کیا تعریف۔ ویسے شوکی برادرز کہلاتے ہیں ہم۔“

”اوہ۔ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔“ اس نے کہا اور اندر چلا گیا، پھر اس نے ہمارے لیے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا۔ ہمیں بٹھا کر وہ چلا گیا۔ تین منٹ بعد واپس آیا:  
 ”میری بھابی کا کہنا ہے۔ وہ ان دنوں بہت بے چین تھے۔“  
 ”شکریہ۔ کوئی اور بات جو آپ ان کے بارے میں بتا سکیں۔ ہوٹل سے فارغ ہونے کے بعد وہ کیا کیا کرتے تھے؟“  
 ”انہیں شام کی سیر کا بہت شوق تھا۔ سیر کرتے دور نکل جاتے تھے۔“

”اور کیا وہ عام طور پر جنوبی سڑک پر جایا کرتے تھے؟“  
 ”یہ تو معلوم نہیں۔“

”ہوں۔ خیر۔ ہمیں امید ہے۔ ہم بہت جلد ان کے بارے میں آپ کو کوئی اطلاع دیں گے۔“ میں نے کہا۔  
 ”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔“ اس نے کہا۔

”ہم ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے۔“  
 ”آخر آپ کے ذہن میں کیا ہے بھائی جان؟“ آفتاب نے

بے چین ہو کر کہا۔

"کوئی بات ایسی ضرور ہے۔ جو مجھے بے چین کیے دے رہی ہے۔ بات کیا ہے۔ ابھی میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تمام حالات تمہارے سامنے بھی ہیں۔ تم ان پر غور کرو۔ میں بھی غور کر رہا ہوں۔"

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ کو ہم سب کچھ زیادہ باتیں معلوم ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ یہی بات ہو۔ خیر آؤ گھر چلیں۔ معلومات برابر کر لیں۔"

"معلومات برابر کر لیں۔ آفتاب کے بچے میں حیرت تھی۔" ہاں! یہ کام ہم گھر چل کر ہی کر سکتے ہیں۔ میں مسکرا دیا۔

گھر پہنچ کر میں نے اپنی اور ان کی معلومات برابر کر دیں۔ ابھی ہم دفتر میں ہی تھے کہ فیاض بخاری دفتر کے دروازے پر نظر آیا۔ وہ ہمیں بہت تیز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں جناب۔ لیکن آئیے ذرا نرم نظروں کے ساتھ۔ آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔"

"وہ اندر آ گیا، دھم سے ایک کرسی میں گر گیا اور بولا: آخر یہ سب کیا ہے؟"

"کہاں۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟"

"آپ۔ میری نگرانی کیوں کر رہے ہیں؟"

"ہم اور آپ کی نگرانی۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"مجھے یقین ہے۔ وہ آپ کے ہی آدمی ہوں گے۔"

"ہم نے اپنا کوئی آدمی آپ کی نگرانی پر نہیں لگایا۔ ہم صرف چار ہی ہیں کام کرنے والے۔ اور اس وقت تو تین ہی ہیں۔ ایک بھائی تو بستر پر ہے۔ اللہ اسے جلد صحت یا کرے۔"

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔ لیکن اتنا سن لو۔ اس کا انجام بہت خوفناک ہو گا۔"

"دیکھیے۔ ہمیں ڈرانے کی کوشش نہ کریں۔ ہم بہت ڈرپوک ہیں۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔"

"خیر۔ میں تم لوگوں کو دیکھ لوں گا۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔"

"ایک منٹ جناب۔ جانے سے پہلے ایک چیز دیکھتے جائیں۔"

"یہ کڑک میں نے اکرم خان کی تصویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ تصویر پر نظر پڑتے ہی وہ بہت دور سے اچھلا۔"

ہم حیرت زدہ رہ گئے، کیونکہ ایک فیصد بھی امید نہیں تھی  
کہ وہ اس قدر زور سے اچھل سکتا ہے۔



اور پھر وہ کرسی پر بیٹھا چلا گیا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں  
سے چند سینکڑ تک ہماری طرف دیکھتا رہا، پھر کانپتی آواز  
میں بولا:

”یہ۔ یہ کس کی تصویر ہے؟“

”اگر آپ اس تصویر کو پہچانتے نہیں تو پھر اس قدر زور  
سے کیوں اچھلے؟ میں نے منہ بنا کر کہا۔“

”شاید۔ میں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔ اس لیے  
اچھل پڑا تھا۔ آپ بتائیں۔ یہ کس کی تصویر ہے؟“

”یہ اکرم خان کی تصویر ہے۔ چھ ماہ پہلے اس کی  
لاش جنوبی سڑک پر ملی تھی۔ اس کو کسی نے ہلاک کر  
دیا تھا۔ اس کے کندھے پر ایک ستارہ تھا۔ اس ستارے  
سے پولیس نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ اکرم خان ستارہ گروپ  
میں شامل تھا۔ اور شاید گروہ والوں نے ہی اسے موت  
کے گھاٹ اتار دیا تھا۔“

”اوہ۔ ستارہ گروپ؟“ وہ بڑبڑایا۔

”ہاں جناب۔ وہی گروپ جس کی کارروائی جاننے کے  
آپ خواہش مند تھے اور جس کے لیے ہمیں آپ نے چالیس  
ہزار روپے دیے تھے۔“

”ہوں! لیکن آپ نے یہ تصویر مجھے کیوں دکھائی؟“

”بس ایسے ہی۔ آپ کو اس گروہ میں دل چسپی ہے۔  
اور یہ تصویر بھی اس گروہ کے ایک آدمی کی ہے۔ لہذا میں  
نے سوچا، آپ کو میں دکھا دوں۔“

”شکریہ۔ اب مجھے اس گروہ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔  
کیونکہ اب وہ غائب ہو گیا ہے۔ اب میں اس کے کسی  
منصوبے کا پتا نہیں چلا سکوں گا۔“

”خیر۔ ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ ہم تو ضرور اس کا  
پتا چلا سکتے ہیں۔“

”یہ زبانی باتیں ہیں۔ عملی طور پر ایسی کوئی بات نہیں  
ہے۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔“

”یہ آپ کہہ سکتے ہیں۔ ہم نہیں۔“

”گویا آپ اس گروہ کو اب بھی تلاش کر سکتے ہیں۔“

”ہاں بالکل۔ آپ ہمارے ذمے یہ کام لگا کر دیکھ لیں۔  
لیکن میں اتنے سے کام کے چالیس ہزار روپے نہیں

دے سکتا:

"پہلے۔ کچھ کم دے دیں۔"

"نہیں۔ میں صرف دس ہزار دے سکتا ہوں۔"

"پہلے دس ہی سہی۔ میں نے کندھے اچکائے۔"

"کب تک پتا چلا دیں گے اس کا؟"

"کل رات تک۔ میں نے پورے اطمینان سے کہا۔"

اس نے تیز نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر دس ہزار روپے گن دیے:

"لیکن ایک خیال رہے۔ یہ رقم ہم صرف اس کام کی لے رہے ہیں کہ آپ کو کل تک یہ بتا دیں۔ گروہ اب کہاں ہے۔ اس کے علاوہ ہم کسی بات کے ذمے دار نہیں ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔"

"شکریہ۔ ہم ذمہ دار ہوٹل فون کر کے آپ کو اطلاع دے دیں گے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی آ جاؤں گا۔ اس نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے انکل کا شان کو فون کیا: "ہیلو انکل۔ آپ کے آدمیوں کی طرف سے کوئی رپورٹ

تو نہیں ملی؟"

"ہاں! ملی ہے۔ وہ زیادہ تر ہوٹل میں رہا۔ ایک بار

بازار تک گیا۔ اس نے کچھ خرید و فروخت کی۔ پھر تمہارے

دفتر گیا۔ ابھی ابھی وہ تمہارے دفتر سے رخصت ہوا ہے۔"

"شکریہ انکل۔ رپورٹ تو بالکل درست ہے، لیکن اسے

نگرانی کا پتا چل گیا ہے۔ اور وہ ہم پر گرج برس رہا تھا

کہ یہ نگرانی ہم کرا رہے ہیں اس کی۔"

"اس میں غلط بھی کیا ہے۔ کرا تو تم ہی ذمہ ہو۔"

انہوں نے ہنس کر کہا۔

"لیکن انکل۔ یہ مزے دار بات نہیں ہوئی۔ اگر اس کو

پتا نہ چلتا تو کھٹ رہتا۔"

"اس میں یا تو اس کی ذہانت کو دخل ہے۔ یا میرے

آدمی ہی کم عقل ہیں۔"

"آپ مہربانی فرما کر نگرانی کرنے والے بدل دیں۔ میں نے

کہا۔

"اچھی بات ہے۔ فکر نہ کرو۔ ہاں گروپ کے سہیلے میں

کیا کر رہے ہو؟"

"بہت جلد خوش خبری سنائیں گے آپ کو۔ میں نے جواب دیا۔

"میں بہت بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں بھئی۔"

”بس آپ انتظار بھی کریں۔ اور تیار بھی رہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ انہوں نے کہا اور ریپور رکھ دیا۔“

”ہمیں رات کے ٹھیک گیارہ بجے گھر سے نکلتا ہے۔ میں نے دبی کو اڈ میں ان سے کہا۔“

”جی۔ کہاں کے لیے؟“

”بس دیکھتے جاؤ۔“

”اوہ۔ ہم سمجھ گئے۔“

”آؤ۔ ذرا اشفاق کا حال پوچھ لیں۔“

”ہم اندر آئے۔ اشفاق پہلے سے بہتر نظر آ رہا تھا۔ اس کے پورے سینے پر پلاسٹر چڑھا دیا گیا تھا۔ تم فکر نہ کرو اشفاق۔ ہم باس سے تمہارا انتقام ضرور لیں گے۔“

”مجھے انتقام لینے کی کوئی خواہش نہیں۔ ہاں میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اگر وہ لوگ جراثیم پریش ہیں تو انہیں گرفتار کرا کے جیل بھجوا دیا جائے۔ اس نے کہا۔“

”ان شاء اللہ ایسا ہو گا۔“

رات کے ٹھیک گیارہ بجے ہم گھر سے نکلے۔ یوسف طاہر باہر موجود تھا۔

”اس بات کا پورا خیال رہے۔ کہ کوئی ہمارا تعاقب

نہ کرنے پائے۔“

”اچھی بات ہے۔ اس نے کہا۔“

ٹیکسی روانہ ہوئی۔ یوسف کو میں پہلے ہی بتا چکا تھا کہ کہاں جانا ہے۔ بیس منٹ بعد ٹیکسی ایک بہت شان دار کوشی کے سامنے رکی۔ میں نے نیچے اتر کر گھنٹی کا بٹن دبایا، ایک منٹ بعد گیٹ کھلا اور ایک باوردی ملازم باہر آیا:

”جی۔ کس سے ملنا ہے؟“

”سیٹھ مجاہد صاحب سے۔“

”آپ کے نام؟“

”یہ ہمارا کارڈ ہے۔ ان سے کہ دیں، ایک بہت ضروری کام ہے۔“

”رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔ شاید وہ ملنا پسند نہ کریں۔“

ملازم نے کچھ سوچ کر کہا۔

”اگر وہ انکار کر دیں تو ان سے کہ دیں۔ آپ بہت

بڑے خطرے میں ہیں۔“

”جی۔ کیا مطلب؟ ملازم نے چونک کر کہا۔“

”اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے کہا۔“

اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا اور اندر کی طرف مڑ گیا، پھر دو منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی:

پھر دو منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی:

”سیٹھ صاحب نے پہلے تو انکار ہی کر دیا تھا۔ پھر آپ کا جملہ سُن کر ملاقات پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آئیے۔“  
”شکریہ۔“ میں نے کہا۔

وہ ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا۔ ہم پانچ منٹ تک انتظار کرتے رہے۔ آخر قدموں کی آواز ابھری۔ اور ایک لمبے قد کا بھاری بھر کم آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے :

”میں نے آپ لوگوں کا نام سُن رکھا ہے ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لوگوں کو ڈراتے پھریں۔“  
”ہم نے اتنا غلط کام کبھی نہیں کیا۔ آفتاب بولا۔  
”کم از کم آج تو کیا ہے۔“

”جج۔ جی نہیں۔ آج بھی نہیں کیا۔ آپ واقعی خطرے میں ہیں۔“

”کیا مطلب؟ انھوں نے گہرا کر کہا۔“

پھر نہ جانے کیوں ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

## ڈاکا واکا

”خیر تو ہے۔ آپ خوف زدہ کیوں نظر آنے لگے؟“  
”آئیے۔ اندر آ جائیے۔ ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں نہیں کریں گے۔“ انھوں نے کانپتی آواز میں کہا۔  
”ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ جہاں جی چاہے، لے چلیے، لیکن ہم سے کوئی چال چلنے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ بس آپ آ جائیے۔ ڈرائنگ روم بالکل بیرونی سمت میں ہے نا۔ اور آپ تو جانتے ہی ہوں گے، دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔“  
”بالکل بالکل۔ آفتاب نے فوراً کہا۔“

وہ ہمیں ایک اندرونی کمرے میں لے آئے :

”اب فرمائیے۔ کیا بات ہے؟“  
”آپ ملک کے بہت بڑے دولت مند ہیں۔ کچھ اور بڑے

دولت مندوں نے آپ کے ساتھ مل کر ایک بنک قائم کیا ہے، اس میں اربوں روپے کی رقم شامل کی گئی ہے۔

”ہاں! یہ بات ٹھیک ہے، لیکن یہ بات کوئی راز کی نہیں، اخبارات میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔“ سیٹھ صاحب بولے۔  
 ”بالکل! راز کی باتیں آگے آئیں گی، ابھی کیا ہے۔“ سنتے جائیے۔ اس بنک کا افتتاح ہو چکا ہے۔ مرکزی شاخ میں ہر وقت دس ارب روپیہ موجود رہتا ہے۔“

”ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔“ انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”مرکزی شاخ کا عملہ بہت چاق و چوبند ہے۔ اور حفاظتی عملہ بھی بہت ماہر ہے۔ اس کو بہت چھان بین کے بعد رکھا گیا ہے۔“ میں نے کہا۔

”بالکل ٹھیک۔ جلدی کیسے کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”لیکن اس کے باوجود۔ آج رات تین بجے آپ کی مرکزی شاخ کو صاف کر دیا جائے گا۔“

”جی۔ کیا کہا۔ صاف کر دیا جائے گا۔“

”ہاں! یعنی لوٹ لیا جائے گا۔ آج رات تین بجے۔ جب کہ

ابھی صرف گیارہ بجے ہیں۔“

”آپ یہ کس طرح کر سکتے ہیں اور ایسا کس طرح ہو سکتا

ہے۔ میں فرض کر لیتا ہوں کہ ڈاکوؤں نے بنک کو لوٹنے کا کوئی پروگرام بنا لیا ہے۔ وہ بنک پر حملہ کرتے ہیں۔ محافظوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ بنک کو نہیں لوٹ سکتے۔ کیونکہ اصل حفاظتی انتظامات تو اندر کیے گئے ہیں۔ اندر بجلی کا ایسا نظام قائم کیا گیا ہے کہ کوئی بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا اور اگر ہو بھی جائے تو فوراً بجلی کے جھٹکے کا شکار ہو جائے گا۔ ساتھ ہی الارم بجے گا۔ جو میرے گھر میں بھی بجے گا۔ پولیس کے دفتر میں بھی بجے گا۔ فوری طور پر وہاں سب لوگ پہنچ جائیں گے۔ اور ڈاکو یا تو فرار ہو جائیں گے یا گرفتار۔“ انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

”بس۔ یا کوئی اور بات۔“

”بتانے کو میرے پاس اور بھی بہت باتیں ہیں۔ لیکن پہلے آپ بتائیں۔ آپ کے پاس کیا خبریں ہیں؟ سیٹھ صاحب بولے۔“  
 ”ابھی ہماری باری نہیں آئی۔ پہلے آپ بات مکمل کر لیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس کے باوجود ڈاکو کامیاب ہو جائیں گے۔ اس صورت میں آپ کا کیا جواب ہے؟“

”وہ کامیاب ہو جائیں گے، لیکن کیسے؟ سیٹھ صاحب چلائے۔“  
 ”پہلے تو یہ بتائیں۔ آپ خطرے کا لفظ سن کر گھبرا کیوں

گئے تھے۔ جب کہ اس قدر حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں۔  
 " میں یہ خیال کر بیٹھا تھا کہ خطرہ میرے گھر کے لیے ہے،  
 لیکن جب آپ نے بات بنک کی کی تو میں بے فکر ہو گیا۔  
 گھر میں بھلا آپ کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ میں نے  
 پوچھا۔

" گھر میں بھی میرے پاس کچھ کم دولت نہیں ہے۔ پھر  
 میرے، جواہرات اور زیورات بھی نادر قسم کے موجود ہیں۔ ان  
 سب کی قیمت کو اگر ملایا جائے تو یہ بھی پچاس کروڑ کے  
 بنتے ہیں۔"

" تو کیا آپ نے گھر میں ان چیزوں کی حفاظت کے انتظامات  
 نہیں کیے؟"

" کیے ہیں۔ کیوں نہیں کیے ہیں۔ اسی قسم کے انتظامات یہاں  
 بھی کیے گئے ہیں۔"

" پھر آپ کیوں ڈر گئے تھے؟"

" ڈاکو جب کامیاب نہیں ہوتے تو پھر جھجلا کر وار کر بیٹھے  
 ہیں۔ میں اس بات سے خوف زدہ ہو گیا تھا۔"

" ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اب مَنیے۔ ہمارا خیال ہے،  
 ڈاکو کامیاب ہو جائیں گے۔"

" لگ۔ کیسے؟ انہوں نے پریشان ہو کر کہا۔"

" ابھی ہم یہ نہیں بتا سکتے۔ ہم پرائیویٹ جاسوس ہیں۔  
 معاوضہ لے کر لوگوں کے کام کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہم  
 نے نہ صرف بہت دوڑ دھوپ کی ہے۔ بلکہ مدد دے تکلیف  
 بھی اٹھائی ہے۔ یہاں تک کہ ہمارا ایک بھائی اپنی کئی پسلیاں  
 زخمی کرا بیٹھا ہے اور اس وقت گھر میں بستر پر پڑا ہے۔ ان  
 حالات میں اگر ہم نے کوئی خاص بات معلوم کر لی ہے۔ تو  
 وہ ہم آپ کو مفت میں تو نہیں بتا سکتے۔ ہاں یہ بات ضرور  
 نوٹ کر لیں۔ کہ جب تک آپ ہم سے معلومات حاصل نہیں  
 کریں گے۔ ڈاکوؤں کو ناکام نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے  
 کچھ ایسی منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔  
 " آخر کیسی۔ کچھ معلوم بھی تو ہو۔ انہوں نے بے تاب ہو  
 کر کہا۔"

" پہلے ہم سے معاملہ طے کریں۔ میں نے کہا۔"

" آپ کیا چاہتے ہیں؟"

" کم از کم دو لاکھ روپے۔"

" دو لاکھ روپے۔ کس چیز کے؟"

" ان معلومات کے۔ جو ہم آپ کو دیں گے۔ آپ ان معلومات

کے ذریعے ڈاکوؤں کے منصوبے کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔  
 بلکہ ہم بھی موقع پر موجود رہیں گے۔ اور خود ڈاکوؤں کو

گرفتار کرائیں گے۔

”لیکن اتنے سے کام کے تو دو لاکھ بہت زیادہ ہیں۔“  
”بہت زیادہ نہیں۔ بہت کم کیے۔ ہم نے جان کی بازی  
لگا کر معلومات حاصل کی ہیں اور ایک بھائی کے بارے میں  
تو بتا ہی چکا ہوں۔“

”ہوں۔ مجھے کچھ سوچنے دیں۔“

”ضرور کیوں نہیں۔ ایک بات نوٹ کر لیں۔ اگر آپ ہمیں  
معاوضہ نہیں دیں گے۔ تب بھی ہم ڈاکوؤں کو گرفتار ضرور  
کرائیں گے۔ اور آپ کی رقم بھی انھیں نہیں لے جانے دیں گے۔“  
”تب پھر میں معاوضہ کیوں دوں۔“

”ہمارا حق سمجھ کر۔ آپ نے حق نہ جانا تو ہمیں افسوس  
بہت ہوگا۔“

”تو ہوتا رہے افسوس۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔“

”کیا آپ کو ہماری معلومات کی ضرورت نہیں؟ میں نے  
حیران ہو کر کہا۔“

”بالکل نہیں۔ آخر میں کس چیز کے دو لاکھ روپے دوں۔  
گہری پڑی معلومات کے۔ میں خود ان ڈاکوؤں کا بندوبست کر  
لوں گا۔“

”بہت بہتر۔ تب پھر ہمیں اجازت دیں۔“

”اں ضرور۔ کیوں نہیں۔ انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔“

ہم ان کی کوٹھی سے باہر نکل آئے :

”یہ۔ یہ کیا ہوا بھائی جان؟ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔  
”یہ بڑے لوگ۔ یعنی بہت بڑے دولت مند لوگ۔ اگر کنبوسی  
نہ کریں تو اتنے بڑے کس طرح بن سکتے ہیں۔ سیٹھ صاحب نے  
سوچا۔ معلومات تو حاصل ہو ہی گئی ہیں۔ اب وہ دو لاکھ روپے  
کیوں دیں۔“

”آپ نے بھی تو غلطی کی بھائی جان۔ اسے اتنی باتیں نہیں  
بتانی چاہیں تھیں۔ اخلاق نے منہ بنا کر کہا۔“

”اں واقعی۔ اس صورت میں دو لاکھ ہمارے کھرے تھے۔“  
”چلو خیر کوئی بات نہیں۔ ایک کیس ایسا بھی سہی۔ جس میں

جیب سے دو ہزار روپے دینا پڑے۔ اور مار بھی کھائی۔  
حاصل کچھ نہ ہوا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”لیکن اب ہم کیا کریں؟“

”ہم کیا کر سکتے ہیں۔ گھر چل کر آرام کریں گے۔ میں نے

کندھے اچکائے۔“

ابھی ہم گھر پہنچے ہی تھے کہ انکل کا شان کا فون بولا۔

وہ گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے :  
”شوکی۔ سیٹھ بھاپہ نے فون کیا ہے۔ ان کے بینک اور گھر

کے لوٹے جانے کا خطرہ ہے۔ شہر کے تمام پولیس اسٹیشنوں سے پولیس رواز کی جا رہی ہے۔

لیکن آپ نے ہمیں کیوں فون کیا؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

اس سلسلے میں اس نے تم لوگوں کا نام استعمال کیا ہے۔ اس نے کہا۔

کیا مطلب؟

اس نے بتایا ہے کہ یہ اطلاع اسے تم لوگوں کے ذریعے سے ملی ہے۔ کیا یہ سچ ہے شوکی؟

ہاں انکل۔ سچ ہی ہے۔

تم نے یہ کیا غضب کیا شوکی؟

کیوں انکل۔ کیا ہوا؟ میں نے گہرا کر کہا۔

تم نے تو وعدہ کیا تھا۔ ان ڈاکوؤں کو میرے ہاتھوں گرفتار کراؤ گے۔ اب تو وہاں سارے شہر کی پولیس ہو گئی۔ اور بڑے بڑے افسران بھی ہوں گے۔ میرے جھٹے میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔

اوہ انکل۔ اس پہلو کی طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ خیر۔ آپ جہاں بھی ہوں۔ ہم سے رابطہ ضرور رکھیے گا۔

کیا فائدہ شوکی۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟

ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ لیکن آپ ہم سے تعلق نہ توڑیے، آخر آپ ہمارے انکل ہیں۔ ہم سے رابطہ ضرور رکھیے گا۔

اچھا۔ جونہی میری ڈیوٹی لگائی گئی، میں اطلاع دے دوں گا۔ انھوں نے مجھے مجھے انداز میں کہا۔

شکریہ انکل۔ میں نے یہ کڑ کر ریسور رکھ دیا۔

ٹھیک آدھ گھنٹے بعد پھر انھوں نے فون کیا:

ہیلو۔ انکل کا شان۔ وہ دہلی آواز میں بولے۔

کیا پوشیدہ طور پر فون کر رہے ہیں انکل؟

اس کی ایسی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔ بس احتیاطاً

آواز نیچھی کر لی ہے۔ میں سیٹھ مجاہد کی کوشی سے بول رہا

ہوں۔ میری ڈیوٹی کوشی کے اندر ہے۔ کیا کوشی میں بھی خطرہ

ہے شوکی؟

ہاں۔ امید تو یہی ہے۔

آخر تمھاری سیٹھ صاحب سے کیا بات چیت ہوئی تھی

شوکی؟ انھوں نے بے چین ہو کر کہا۔

میں نے گفتگو دہرا دی:

تو انھوں نے تمھیں دو لاکھ نہیں دیے۔

جی ہاں! نہیں دیے۔ اور ہمیں پروا بھی نہیں ہے۔ میں

نے بھٹا کر کہا اور ریپور رکھ دیا۔

رات کے ٹھیک تین بج کر دس منٹ پر سیٹھ مجاہد کا فون ملا۔ وہ بہت تلخ لہجے میں کہہ رہے تھے:

”تم لوگوں نے نہ جانے کتنے لوگوں کا وقت برباد کیا۔“

”کیا ہوا سیٹھ صاحب؟ میرے لہجے میں حیرت تھی۔“

”کوئی ڈاکا واکا نہیں پڑا۔ نہ بینک میں، نہ گھر میں۔ کسی ڈاکو کا دور دور تک پتا نہیں۔“

”اوہ اچھا۔ تب تو آپ بہت خوش قسمت ہیں۔“

”ہاں! اس میں کیا شک ہے؟“

”دیے آپ احتیاطاً اپنے گھر کے سیف اور بینک کے سیفوں کا جائزہ لے لیں۔ میں نے کہا۔“

”اس کی کیا ضرورت ہے۔ جب ڈاکو آئے ہی نہیں۔“

سیٹھ صاحب نے جل کر کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ وہ آئے ہوں۔ لیکن پولیس کی نظریں

ان کو نہ دیکھ سکی ہوں۔ ان کے طریقے بھی حیرت انگیز قسم کے ہوتے ہیں۔“

”نہیں۔ ایسا نہیں ہوا۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔“

”آخر چیک کر لینے میں کیا حرج ہے؟“

”میں چیک بھی نہیں کروں گا۔“ انھوں نے گویا اپنا فیصلہ

سنایا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟“

اور دوسری طرف جھلائے ہوئے انداز میں ریپور رکھ

دیا گیا۔

”چلو بھی سوئیں۔ ہمارا کام ختم ہو گیا۔“

”پتا نہیں۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ آفتاب نے الجھن کے

عالم میں کہا۔

”چھوڑو۔ آؤ اشفاق کو دیکھ لیں ایک نظر۔“

اشفاق پُرسکون انداز میں سو رہا تھا۔ ہم بھی سو گئے،

دوسرے دن ہم سکول میں تھے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہمیں

طلب کیا۔ ہم ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو دہلیں سیٹھ

مجاہد بیٹھے تھے اور ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا۔

”شوکی۔ یہ سیٹھ مجاہد صاحب ہیں۔ بہت ہمدرد انسان

ہیں۔ انھوں نے ابھی ابھی سکول کے لیے بیس ہزار روپے

دینے کا اعلان کیا ہے۔“

”یہ جان کر خوشی ہوئی۔ میں نے خوش ہو کر کہا۔“

”انھیں تم سے کچھ کام ہے۔ اسی وقت ان کے ساتھ

چلے جاؤ۔ اور ان کا کام ضرور کرنا شوکی۔“

”او کے سر۔ میں نے کہا۔“

”بہت بہت شکریہ“ سیٹھ صاحب نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے ہاتھ ملایا۔

پھر ہم ان کے ساتھ باہر نکل آئے۔ باہران کی کار کھڑی تھی۔ جونہی کار چلی، انہوں نے کہا:  
”میں دو لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہوں۔“

## ایک شکار اور

”خیریت تو ہے سیٹھ صاحب۔ آپ بہت پریشان ہیں۔“  
”میں پوری طرح لٹ چکا ہوں۔ بنک کے سٹرونگ روم خالی پڑے ہیں۔ ابتر گھر پوری طرح محفوظ رہا ہے۔“  
”اس کا مطلب ہے۔ بنک میں رات ڈاکا پڑ چکا ہے۔“  
میں نے کہا۔  
”ہاں! اسی پر تو حیرت ہے۔ ڈاکو تو بنک میں داخل ہوئے ہی نہیں۔“  
”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ڈاکو تو ضرور آئے تھے، لیکن پولیس والوں کو نظر نہیں آ سکے۔“  
”آخر کس طرح۔ پولیس تو بنک کے چاروں طرف تھی۔“  
”خیر۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ یہ تو آپ ہی فرما رہے ہیں کہ بنک کی تمام دولت غائب ہے۔ میں بولا۔  
”ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔ سیٹھ صاحب نے جواب

دیا اور ساتھ ہی گاڑی رک گئی۔ ہم اُن کی کوٹھی میں پہنچ چکے تھے۔ ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے میں نے اُن سے پوچھا:

”آپ اب ہم سے کیا چاہتے ہیں؟“

”دو لاکھ مجھ سے لے لو۔ اور وہ معلومات مجھے دے دو۔“

اور ڈاکوؤں تک پہنچنے کا راستا مجھے بتا دو۔“

”اب بہت دیر ہو چکی ہے سیٹھ صاحب۔“

”کیا مطلب؟“

”دو لاکھ تو کل کی بات تھی۔ اب آپ کا دو ارب روپیہ ڈاکوؤں کے قبضے میں جا چکا ہے۔ اب معاملہ دو لاکھ میں طے نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا کر معلومات حاصل کی ہیں۔“

”تو پھر۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟“

”کم از کم دس لاکھ۔“

”اوہ۔ یہ۔ یہ بہت زیادہ ہیں۔“

”دو ارب حاصل کرنے کے سلسلے میں یہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ میں نے مزہ بنایا۔“

”ہوں! اچھا خیر۔ میں آپ کو پانچ لاکھ روپے دے سکتا ہوں۔“

”پانچ لاکھ میں ہم صرف معلومات آپ کو دیں گے۔ ڈاکوؤں کی گرفتاری کی ذمہ داری ہماری نہیں ہوگی اور اگر آپ ہمیں دس لاکھ دیں تو ہم ڈاکوؤں کو گرفتار کرانے کی ذمہ داری بھی لیں گے۔ اگر ایسا نہ کرا سکے تو دس لاکھ واپس۔“

”اوہ! سیٹھ صاحب کے منہ سے نکلا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ آخر بولے:

”اچھا ٹھیک ہے۔ میں دس لاکھ آپ کو دوں گا۔“

”نہیں۔ ہم رقم پہلے وصول کرتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ میں چیک لکھ دیتا ہوں۔“

”اپنے بنک کا؟ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔“

”اپنے بنک کی ایک اور شاخ کا۔ وہاں تو کیش موجود ہے۔“

”چلیے خیر۔ لکھ دیں۔ میں نے کہا۔“

انہوں نے چیک لکھ دیا اور میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا:

”یہ کیا آپ تو فون کرنے لگے۔“

”اب آپ اطمینان سے ہمارا کام ملاحظہ فرمائیں۔“

میں نے جلدی جلدی نمبر ملائے، پھر بولا:

”ہیلو انکل۔ ڈاکوؤں کے گردہ کو گرفتار کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”لگ۔ کیا مطلب؟ وہ زور سے چونکے۔“

”سیٹھ مجاہد صاحب کے بینک میں گذشتہ رات ڈاکا پڑ چکا ہے۔“

”کیا کر رہے ہو۔ دماغ تو نہیں چل گیا؟“

”آپ یہیں آ جائیں۔ لیکن آپ کے ساتھ ایک سو بہترین آدمی ہونے چاہئیں۔“

”پتا نہیں کیا کر رہے ہو۔“

”اگر آپ ڈاکوؤں کو گرفتار نہیں کرنا چاہتے اور یہ اعزاز نہیں حاصل کرنا چاہتے تو پھر ہم انکل جلالی جوڑ۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔ جنکل جلالی اور۔ اوہو پھر غلط ہو گیا۔ ہاں یاد آیا۔ انکل جلالی نور کو فون کر دیتے ہیں۔ ہوا میں اڑ کر یہاں آئیں گے۔“

”نہیں۔ تم انہیں فون نہیں کرو گے۔ میں آ رہا ہوں اور میرے ساتھ سو بہترین آدمی ہوں گے۔“

”شکریہ انکل۔ آپ بہت عقل مند ہیں۔ اب ہمیں یقین ہو چلا ہے۔“

”بُری بات ہے۔ انہوں نے بتا کر کہا اور ریسورسٹج دیا۔“

ان کے پہنچنے میں دیر نہیں لگی،

”ہاں! اب بتاؤ۔ تم کیا کر رہے تھے؟“

”سیٹھ صاحب۔ ہماری بات کی وضاحت کر دیں۔“

”یہ ٹھیک ہے انپکٹر صاحب۔ ڈاکا پڑ چکا ہے۔“

”لیکن کیسے۔ ڈاکو تو رات آئے ہی نہیں تھے؟“

”اس سوال کا جواب تو یہ لوگ ہی دے سکتے ہیں۔“

”بعد میں دیں گے۔ پہلے ڈاکوؤں کی گرفتاری ضروری ہے،“

”کیا آپ کے سو آدمی بالکل تیار ہیں؟“

”ہاں بالکل!“

”دیکھ لیں۔ مقابلہ بہت سخت بھی ہو سکتا ہے۔“

”تو پھر۔ اور پولیس بلا لوں۔“

”اگر سو کے سو آدمی بہترین ہیں۔ تب تو شاید بہت“

”کافی ہیں۔ اور اگر بہترین نہیں ہیں تو ضرور اور بلا لینا چاہیے۔“

”آدمی تو چننے ہوئے لے کر آیا ہوں۔“

”تو پھر چلیے۔ سیٹھ صاحب۔ آپ ساتھ چلیں گے۔ یا“

”ہمیں ہمارا انتظار کریں گے۔“

”میں بھی ساتھ چلوں گا۔“

”تو پھر آئیے۔“ میں نے پُر جوش انداز میں کہا۔

”آخر تمہیں کس طرح یہ بات معلوم ہے شوکی کہ ڈاکو کہاں“

ہیں۔ اول تو انھوں نے ڈاکا نہیں ڈالا۔ دوسرے یہ کہ تم لوگ تو رات اپنے گھر میں رہے۔

”بس۔ اسی کو کہتے ہیں جاسوسی“ میں مسکرایا۔

”گویا تم ابھی کچھ بتانا نہیں چاہتے“

”نہیں۔ تیل دیکھیں اور تیل کی دھار دیکھیں“ آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

ہم انھیں سیدھے بنک کی مرکزی شاخ کی طرف لے آئے: یہ کیا۔ تم تو ہمیں بنک کی طرف لے آئے۔

”تو اور کیا کریں“

”لیکن۔ یہاں ڈاکو کہاں؟ سیٹھ صاحب نے جھلا کر کہا۔

”اس وقت کمان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ آپ کو وہی

کرنا پڑے گا۔ جو ہم کہیں گے۔ میں نے بھی سخت لہجے میں کہا۔

سیٹھ مجاہد اور انکل کا شان نے مجھے گھور کر دیکھا، پھر دونوں ایک ساتھ بولے:

”اچھا ٹھیک ہے“

”تو پھر بنک کے ساتھ والی عمارت کو گھرے میں لے لیں،

جس پر اسرار لیٹنڈ کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

یہ۔ یہ دفتر تو شاید تیار چھتیں فروخت کرنے والوں کا ہے۔

”ہاں! انھی کا ہے۔ یا ان سے کرائے پر لے لیا گیا

ہے۔ لیکن ہمارے مہربان ڈاکو اسی عمارت میں موجود ہیں،

اور اگر پوری مہارت سے اور نہایت خاموشی سے گھیرا ڈالا گیا

تو ان لوگوں کو فائرنگ کرنے کی مہلت نہیں ملے گی، ہم جانی

نقصان سے بال بال بچ جائیں گے۔ ویسے بھی ڈاکو لوگ یہ

خیال کریں گے کہ ہم بنک کے گرد گھیرا ڈال رہے ہیں۔

کیونکہ ہمیں ڈاکے کی اطلاع مل چکی ہے۔ ان کے تو وہم و

گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ ہم ان کے گرد گھیرا ڈال

رہے ہیں۔ ہمیں اپنا انداز بھی یہی رکھنا چاہیے۔ جیسے ہماری

توجہ ان کی طرف نہیں ہے۔ میں نے جلدی جلدی کہا۔

”ہوں! میں سمجھ گیا۔ اب ساری بات سمجھ میں آگئی۔

یہ ضرور دونوں عمارتوں کی مشترکہ دیوار میں کوئی راستا بنا کر

سڑوئنگ روم میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اس طرح بھلا

ہمیں ڈاکوؤں کے داخل ہونے کا پتا کس طرح لگ سکتا تھا۔

”مل۔ لیکن۔ لیکن انھوں نے سیف کس طرح کھولے ہوں

گے؟

”یہ کام آج کل مشکل نہیں۔ ایسے ایسے شعاعی آلات ایجاد

ہو گئے ہیں جو بڑے سے بڑے اور جدید سے جدید تالوں کو

پگھلا کر دکھ دیتے ہیں۔ یا کھول دیتے ہیں۔“

”اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔

گیرا مکمل ہونے کے بعد انکل کا شان میں آدمیوں کے ساتھ ساتھ والی عمارت میں داخل ہوئے۔ ہم ان کے پیچھے تھے۔

”ہم ذرا چھت پر جانا چاہتے ہیں۔ ساتھ والے بنک میں گڑ بڑ ہے۔ انکل نے چوکیدار سے کہا۔

”ضرور۔ جناب۔ لیکن مینجر صاحب سے اجازت لے لیں۔

”ضرور۔ آپ ذرا انہیں باہر ہی لے آئیں۔ انہوں نے کہا۔

”جی، سہتر! اس نے کہا اور اندر چلا گیا۔

جلد ہی وہ ایک لمبے قد کے آدمی کے ساتھ باہر نکلا۔ فوراً ہی ان دونوں کی طرف پستول تان دیے گئے۔

”لگ۔ کیا مطلب؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

”کچھ نہیں۔ ہم احتیاطاً آس پاس کے لوگوں کو چیک کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں ڈاکو آس پاس کی کسی عمارت میں نہ چھپے ہوں۔

”ضرور۔ کیوں نہیں۔ لیکن اس کے لیے پستول تاننے کی کیا ضرورت ہے؟

”اگر کسی عمارت میں ڈاکو موجود ہوئے۔ اور ہم نے ان پر پستول نہ تانے تو وہ ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

”ہوں! ٹھیک ہے۔

ان دونوں کو باہر ہی نگرانی میں چھوڑ کر ہم اندر داخل ہوئے اور ان سب کو زد پر لے لیا۔ پھر ان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔

”آخر یہ سب کیا ہے۔ ہمیں کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟

لبا آدمی بولا۔

”اس لیے کہ آپ ہی ڈاکوؤں کے پاس ہیں۔ ہماری آپ سے جنگل والی عمارت میں ملاقات ہو چکی ہے۔

”کیا!!! وہ چلا اٹھا۔



ان سب کے میک آپ اُتارے گئے۔ ڈاکوؤں کا پورا گروپ اس عمارت میں موجود تھا۔ رونق بھی ان میں شامل تھا۔

”یہ منصوبہ اس شخص کا ہے۔ ہم آپ کو پوری تفصیل سنا دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی الجھن نہ رہے۔ یہ کڑکڑیٹے ساری بات بتا دی۔

”لیکن تمہیں ان کے منصوبے کے بارے میں کس طرح

معلوم ہوا؟

ہمارے موکل نے جو ٹیپ ریکارڈر اور کیمرہ ہمیں دیا تھا۔ وہ میں نے ایک خفیہ جیب میں رکھ لیا تھا۔ ہم اس عمارت میں قید کر لیے گئے۔ اس دوران ہم نے خود کو رسیوں سے آزاد کر لیا۔ اور جب باس نے ہمیں بلوایا تو اس وقت میں نے دونوں چیزیں آستین میں چھپا لیں۔ اور جوں ہی ہال میں داخل ہوا۔ آفتاب سے الجھ کر گر پڑا، میں آتش دان کے پاس گرا تھا۔ اٹھنے سے پہلے میں دونوں چیزیں آتش دان میں رکھ چکا تھا۔ سرد راکھ میں، دیوار سے لگا کر جب میں نے ان چیزوں کو رکھا تو وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو گئیں۔ بعد میں میں دونوں چیزیں جا کر نکال لایا تھا۔ ان کے پودے منصوبے کا اس رات جائزہ لیا گیا تھا اور اس کی تفصیل ٹیپ ہو گئی۔ کیمرے میں ان کی تصاویر بھی محفوظ ہیں۔ یہ ہے سُل کہانی۔ اب یہ سن لیں کہ مسٹر رونق نے یہ منصوبہ کس طرح ترتیب دیا۔ بینک قائم ہونے کی خبریں اخبار میں پڑھیں۔ پھر ساتھ والی عمارت کا جائزہ لیا گیا۔ اس کو کرائے پر حاصل کیا گیا۔ وہاں ایک فرضی کمپنی کا دفتر قائم کیا گیا۔ اور پھر درمیانی

دیوار میں خفیہ رشتا بنایا گیا۔ بجلی کا نظام اس طرح بے کار کیا گیا کہ جن کاری گروں نے یہاں کام کیا تھا، انہیں بخاری رقوم دے کر ان سے راز حاصل کیا گیا۔ اس طرح الارم نہیں بجے۔ بینک کی دولت بھی یہیں سے برآمد ہو جائے گی۔ یہ چند دن اور یہاں گزارتے، پھر اس عمارت کو چھوڑ دیتے۔

"آف مالک۔ اس قدر مکمل منصوبہ۔" سینٹھ مجاہد صاحب بولے۔

عمارت کی تلاشی لی گئی۔ دولت کے لیے بھی خفیہ جگہیں بنائی گئی تھیں۔ جو بہت محنت کے بعد دریافت ہو سکیں۔ عام حالات میں اگر اس عمارت کی تلاشی لی جاتی تو ہرگز ان لوگوں کو ڈاکو ثابت نہ کیا جاسکتا، انہوں نے میک آپ بھی قدرتی انداز کے نیکیے تھے۔ اور غالباً وہ عام طور پر اسی میک آپ میں رہتے تھے۔

"انکل۔ اس کیس کا ایک شکار اور بھی ہے۔ آئیے۔ اس کو بھی قابو میں کر لیں۔"

"ایک اور شکار۔ کیا مطلب؟ وہ چونکے۔"

"اس شکار کا نام ہے فیاض بخاری۔" میں نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

اب میں انہیں فیاض بخاری کے بارے میں بتانے لگا۔

”لیکن آخر وہ کون ہے۔ اس کو جنگل والی عمارت کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا؟“

”اسی گروہ کا ایک کارکن۔ یا تو اسے گروہ سے نکال دیا گیا ہو گا۔ یا وہ خود نکل گیا ہو گا۔ کیوں مسٹر باس؟ ہمارے گروہ سے کوئی شخص نہیں نکل سکتا۔ جو نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو ہم موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ باس نے کہا۔“

”لیکن فیاض بخاری۔ اس گروہ سے نکلنے پر تیل گیا تھا۔ اس نے نکلنے کی ایک نئی ترکیب سوچی۔ میں نے مسکرا کر کہا۔“

”کیا مطلب۔ کیسی ترکیب؟ وہ چونکے۔“

”اس نے ایک شخص کو جنگل میں اس عمارت والی سڑک پر لے جا کر ہلاک کر دیا اور اس کے چہرے کو بگاڑ دیا۔ اپنے پکڑے اس کو پہنا دیے۔ اس کے کندھے پر انٹروشنائی سے ستارہ بھی بنا دیا اور خود غائب ہو گیا۔ یعنی علیحدہ بدل کر ایک ہوٹل میں رہنے لگ گیا۔“

لیکن وہ رہا ان کی ٹوہ میں ہی۔ ان کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کے بارے میں تو اسے معلوم ہی تھا۔ وہاں سے سن گن لیتا رہا ہو گا۔ پھر اس نے ہمارے ذریعے منصوبہ جاننے کی کوشش کی۔ اب بجلا میں یہ منصوبہ اسے کس طرح بتا دیتا۔ لہذا اس کے چالیس ہزار اسے واپس کر دیے۔ اب آپ اسے قتل کے جرم میں گرفتار کر سکتے ہیں۔“

”اوہو۔ تو اکرم خان ابھی زندہ ہے۔ باس بڑی طرح اچھلا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اور ہم ہوٹل زمبورا کی طرف روانہ ہو گئے۔ فیاض بخاری اپنے کمرے میں ہی تھا۔ ہمیں دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ اور پھر پولیس کو ساتھ دیکھ کر تو اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔ جب میں نے اسے اس کے جرم کی تفصیل سنائی تو اس کی حیرت کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ پھر جب ہتھکڑی اس کی طرف بڑھی تو چہرہ بالکل تاریک ہو گیا۔ اب اسے کیا معلوم۔ کہ جرم چھپ نہیں سکتا۔“

اور اس طرح ہم اس کیس سے فارغ ہوئے۔ اور دس لاکھ کا چیک میری جیب میں تھا۔ اور میں گہری سوچ میں تھا۔

”کیا سوچ رہے ہیں بھائی؟“

”میں سوچ رہا ہوں۔ ان دس لاکھ کا کیا کریں۔ انہیں  
کس طرح خرچ کریں۔“

”چل کر اُمّی جان سے مشورہ کر لیتے ہیں۔ آفتاب مُکرایا۔  
”کیا کہا۔ اُمّی جان سے۔ ارے باپ رے۔“ میں نے  
گہرا کر کہا۔

”وہ مُکرا نے لگے۔ ایسے میں مجھے اشتقاق کا خیال آ گیا،  
اصل قربانی تو اس کیس میں اس نے دی تھی۔“



# ستارہ گروپ

## کا انعامی سوال

باس کا نام بتائیں ؟

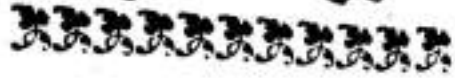
- پہلے موصول ہونے والے ایک سو درست جوابات میں سے  
دس قارئین کو انعام دیا جائے گا۔
- رقم اندازی کے ذریعے دو قارئین کو ۵۰، ۵۰ روپے کا نقد  
انعام اور آٹھ قارئین کو ادارہ اپنی پسند کی ۵، ۵ کتابوں  
کے پکیٹ بطور انعام روانہ کرے گا۔
- ایک لفافے میں تمام ناولوں کے جوابات الگ الگ کاغذ  
پر ارسال کیے جا سکتے ہیں، لیکن ہر ناول کا صرف ایک  
جواب ارسال کریں۔

○ خطوط درج ذیل پتے پر ارسال کریں :

اشتیاق احمد

وی ۶/۸ سٹیلٹ ٹاؤن ، جسنگ ، پوسٹ کوڈ ۲۵۲۰۶

# کیا آپ



- اشتیاق احمد کے نئے قاری ہیں ؟
- آپ نے نئی نئی لائبریری تو نہیں کھولی ؟
- آپ کو اشتیاق احمد کے پرانے ناول تو درکار نہیں ؟
- ایسے ناول جو آپ کو شالوں پر نہیں مل سکے۔
- اگر ایسی کوئی بات ہے تو براہ راست ادارے سے رابطہ قائم کریں۔
- لائبریریز کے لیے خصوصی رعایت دی جائے گی۔

شکریہ !

# سنہری چٹان

— ایک جلد میں —

- ۱۳۲۴ صفحات پر مشتمل ایک جلد میں تیار ہو گیا ہے۔
- ایک جلد والا خاص نمبر ان قارئین کے لیے تیار کرایا گیا ہے۔ جو جنون کی حد تک اشتیاق احمد کی کتابیں دیکارڈ میں رکھتے ہیں۔
- ایک جلد کے خاص نمبر کی قیمت ۶۳/- روپے ہے، مگر آپ ۵۵/- روپے کا منی آرڈر بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔
- لائبریریز کے مالکان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

— ادارہ —